تعمیرِ حیات

ہفت روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۰ | ۱۰ر دسمبر ۱۹۸۲ء | ۲۳ر صفر المظفر ۱۴۰۳ھ | شمارہ نمبر ۳

زرِ تعاون

اندرون ملک: ۔۔۔ بیس روپے

فی پرچہ ۔۔۔ ایک روپیہ

بیرونِ ملک بحری ڈاک ۔۔۔ دو پونڈ

ہوائی ڈاک

ایشیائی ممالک ۔۔۔ ۴ پونڈ

افریقی ممالک ۔۔۔ ۵ پونڈ

یورپ و امریکہ ۔۔۔ ۶ پونڈ

اداریہ

ابوالعرفان ندوی

ایشیائی گیمس

قوموں کے عروج و زوال اور ان کے انحطاط و ترقی کے اسباب میں سب سے بنیادی سبب یہ ہے کہ ان کے مزاج و طبیعت میں حقائق اور سنجیدہ مسائل سے فرار اور گریز پیدا ہوجاتا ہے ان کا زیادہ تر وقت ان دلچسپیوں اور مشاغل میں گزرتا ہے جن کا زندگی کے حقیقی مسائل اور طبعی و فطری تقاضوں سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں ہوتا، یہ چیزیں بالعموم ابتدا میں ایک معمولی شوق اور طبیعت کے سادہ رجحان سے شروع ہوکر ایک مستقل نظام اور فن بن جاتی ہیں اور اپنی لپیٹ میں پوری سوسائٹی اور معاشرہ کو لے لیتی ہیں اور سوسائٹی کا ہر طبقہ اوپر سے نیچے تک اس ذوق و شوق میں شریک ہوجاتا ہے، ان کو اصطلاح میں مسلیات اور دل بہلانے والی چیزیں کہا جاتا ہے، جس کی روح اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ جب انسان سنجیدہ کاموں میں دیر تک مشغول رہنے کے بعد تکان اور بے کیفی محسوس کرتا ہے تو تھوڑی دیر کے لئے اپنے ذاتی شوق کی چیزیں وقت گذار کر اپنے لئے تفریح طبع کا سامان بہم پہنچاتا ہے، اشعار کی مجلس، قصے کہانی کی محفلیں یہاں تک کہ رقص و سرود، اور مختلف کھیلوں کے وجود میں آنے اور ان سے دلچسپی لینے کا راز یہی ہے، شرعی جواز اور عدم جواز سے صرف نظر کرتے ہوئے ماضی میں ہر قوم اور ہر جماعت نے کچھ دلچسپ مشاغل اپنے لئے مقرر کئے تھے اور اسی طرح سال کے دو چار دن میلے اور تہواروں کے نام سے مقرر کئے گئے تھے۔

لیکن کتنے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب اس طرح کے تفریحی مشاغل کا دائرہ اتنا وسیع اور طویل و عریض بلکہ عمیق ہوگیا ہے کہ وہ اپنی اصل وضع اور مقصد سے ہٹ کر مضر اور اجتماعی اور قومی زندگی کے لئے مہلک ثابت ہورہے ہیں۔ یونان میں ان تفریحی مشغلوں کو ایک باقاعدہ فن بنایا گیا اور پوری قوم اس میں مبتلا ہوئی، روما کی حکومت جو یونان سے زیادہ منظم اور طاقتور تھی ان کے یہاں بھی سیاسی ایک دلچسپ کھیل تھا جس کے لئے بڑے بڑے اسٹیڈیم بنائے جاتے تھے اور تقریباً ایک لاکھ انسان اس میں بیٹھ کر یہ کھیل دیکھتے تھے، یونان و روما میں تفریحی کھیلوں اور مشاغل کی یہ اہمیت اور ان کی طرف اجتماعی اور ان میں شریک دھنہ لینے والوں کی سوسائٹی میں غیر معمولی وقعت و پذیرائی دونوں کے عہد زوال کی نشانیاں ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے کچھ دن بعد ہی یونانی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا اور رومی حکومت بھی انتہائی انحطاط و تنزل کے درجہ تک پہنچ گئی یہاں تک قسطنطین اعظم نے ماضی کی روایات اور عادات و رسوم سے یک لخت رشتہ منقطع کرلیا اور اپنی سرپرستی میں عیسائی مذہب کی تائید و اشاعت کرکے روما سے دارالسلطنت کو قسطنطنیہ منتقل کرکے اس نے رومی سلطنت کو ایک بار پھر نیا خون اور نیا جذبہ و عقیدہ دیکر رومی سلطنت کو تندرست و توانا کردیا۔

ایک ہزار برس بعد یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں جب اس ہزار سالہ عہدے اپنا رشتہ توڑ کر پھر جہالت اولیٰ کی طرف یورپ لوٹا ہے تو یونان و روما کی تقلید میں جہاں اور بہت سی قدیم یونانی و رومی تہذیب کے اثرات کو از سر نو زندہ کیا وہاں ان تفریحی مشاغل کو بھی اپنی تہذیب کا جز بنادیا اور ایشیائی ملکوں نے یورپ کی تقلید میں اپنے یہاں بھی اس کو باقاعدہ اور مرتب نظام کے ساتھ قبول کیا اور اب ان کھیلوں نے درحقیقت عوام کو حقیقی اور سنجیدہ مسائل سے ہٹا کر خوش کن اور فوری لطف و لذت کے احساس کی طرف ڈال دیا ہے، اس طرح سے اگر بچ پوچھا جائے تو اب اس طرح کے کھیلوں کی حیثیت خالص سیاسی ہوکر رہ گئی ہے، پھر اس کے ساتھ ساتھ ان کھیلوں کے انعقاد کے لئے جس قدر کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور عوام کے روپے کو جس بے دردی کے ساتھ ضائع کیا جاتا ہے اس کی تفصیلات انتہائی افسوسناک ہیں۔

اس وقت ایشیائی گیمس کے نام سے دارالسلطنت دہلی میں حکومت ہند کی سرپرستی اور نگرانی میں جو کچھ ہورہا ہے، اور اب تک متفرق طور پر جو تفصیلات سامنے آتی رہی ہیں ان سے صرف یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ عوام کی حقیقی ضرورتوں کو نظر انداز کرکے محض تفریح طبع کے لئے اتنی کثیر دولت کا خرچ کرنا ہندوستان جیسے غریب ملک میں کسی طرح صحیح نہیں۔ اتنی کثیر دولت سے بڑے بڑے تعمیری منصوبے اور ہزاروں خاندانوں کے لئے باعزت طور پر روزی روٹی کا انتظام ہوسکتا تھا خود دارالسلطنت دہلی میں جس طرح انتہائی عجلت اور محنت و جانفشانی کیساتھ سڑکوں کی توسیع اور فلائی برجوں کی تعمیر کا عمل کیا گیا ہے انھیں روپیوں سے کیا دہلی کے فٹ پاتھ پر بسنے والوں جھگی اور جھونپڑیوں میں بسنے والوں کا انتظام نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن شاید عملہ نے اس معاملہ میں جن ذہنی اور عملی صلاحیتوں کا ثبوت دیا ہے اگر ان سے غریبوں کے لئے نئی بستیاں اور نئے علاقے کی تعمیر کی خدمت

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے لہذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو دی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ ہم وی۔ پی خرچ Rs.24/25 کے مطالبہ میں دی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

Regd No. LW/NP 56

Phone : 42948, 49747

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India)

اسلامیات

اور

مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مستشرقین یورپ کے تحقیقی کاموں پر منصفانہ تبصرہ اور عالم اسلام میں مسلمان مصنفین کے علمی و تحقیقی کاموں کا وسیع جائزہ

قیمت ۔۔۔ چھ روپے

اسلامی فکر اور تہذیب کا اثر ہندوستان پر

پروفیسر خلیق احمد نظامی

ہندوستان میں اسلام کا کردار بڑا شاندار تاریخی، تعمیری اور انقلابی رہا، اس نے یہاں کی فطری صلاحیتوں کو ابھار دیا، اور اس کو وہ جوہر عطا کیا جس کی اس کو ضرورت تھی سب سے قیمتی جوہر وہ وحدت ہے جس کا اثر عقیدہ سے لے کر معاشرت، ثقافت اور سیاست و انتظامیہ تک پر نمایاں رہا یعنی اسلام نے ہندوستان کو جو وحدتِ ملی کا تصور دیا اور جو تعمیری و تہذیبی اضافہ کیا

اس کا ایک تاریخی جائزہ

قیمت ۔۔۔ پانچ روپے

نوٹ:۔ دونوں کتابوں کی مجموعی قیمت پیشگی وصول ہونے پر کتابیں رجسٹرڈ ڈاک سے روانہ کی جائیں گی۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

براہِ کرم جواب طلب امور کے لئے جوابی خط ارسال کریں نیز حوالہ خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔

(منیجر)

مشرق کے بہترین روح پرور عطریات جو اپنی بھینی بھینی خوشبو کے لئے مشہور ہیں!

عطر مجموعہ رجسٹرڈ

ATTAR MAJMUA 96

عطر نسیم رجسٹرڈ

ATTAR NASEEM

حامی اینڈ کمپنی پرفیومرس جامع مسجد بمبئی ۲

HAMI & CO. Perfumers

Juma Masjid, BOMBAY-2 (INDIA)

PREMIER ADVERTISERS

منتوکے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان

- لیبل پر مینوفیکچرنگ لائسنس نمبر U18/77 ضرور دیکھیں
- کیپسول پر (L) مارکہ دیکھیں
- اگر لیبل پر مذکورہ لائسنس نمبر نہ ہو اور ایل ٹی مارکہ نہ ہو یا دوسرا مارکہ ہو تو ہرگز نہ خریدیں۔

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، منوناتھ بھنجن، یوپی

مجلس ادارت

مولانا ابوالعرفان ندوی

شمس الحق ندوی

محمود الازہار ندوی

پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی نے پرکاش پیکرس، گولا گنج لکھنؤ میں طبع کراکے دفتر "تعمیرِ حیات" شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے شائع کیا۔

ابرِ کرم

(مولانا سید سلیمان ندوی رح)

اسلام ایک ابرِ کرم تھا، اور سطحِ خاک کے ایک ایک چپہ پر برسا، لیکن فیض بقدرِ استعداد پہنچا، جس خاک میں جس قدر زیادہ قابلیت تھی، اسی قدر زیادہ فیضیاب ہوئی۔

ہندوستان کی یہ فضائے بسیط بھی ابرِ کرم سے محروم نہ رہی، ہجرت کی پہلی صدی کا خاتمہ تھا کہ اس ابرِ کرم کے چھینٹوں نے اس کے سمندروں کے کناروں اور پہاڑوں کے دامنوں کو سرسبز و شاداب کر دیا، بحرِ ہند کے سواحل ملیبار و مدراس سے لے کر گجرات و کاٹھیاواڑ تک مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم ہو گئیں، دوسری طرف سندھ کی وادی اُس کی نوجِ ظفر موج سے معمور ہو گئی، تیسری صدی کا خاتمہ تھا کہ غزنی میں ترکوں کی ایک نوجوان تازہ دم قوم نے جو ابھی ابھی اسلام کے نام سے آشنا ہوئی تھی، اپنی سلطنت کی طرح ڈالی، اس کا پہلا بانی الپتگین، اور اس کا جانشین سبکتگین ہوا، اور اس کے تخت و تاج کا وارث وہ نامور ہوا جس کے حملوں نے ہمالیہ کے پہاڑوں سے لے کر بحرِ ہند کے کناروں تک تہلکہ برپا کر دیا۔

سلطان محمود نے ہندوستان کی سرزمین کو اسلام کے نعروں سے پُرشور کر دیا، اور غزنی سے لیکر پنجاب تک یک لخت اسلام کی حکومت قائم کر دی، چھٹی صدی میں غوری آئے تو انھوں نے اور ان کے غلام افسروں نے سارے ہندوستان کو اسلام کے زیرنگیں کر دیا، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ یہ ملک اسلام کے مقبوضات میں ہے، جس میں نو کروڑ توحید کے حلقہ بگوش، اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

خلجی اور تغلق عہد کے علمائے خراسان:

جس طرح ہندوستان کو خراسان و ماوراءالنہر و عراق و عجم کے تیغ آزماؤں نے فتح کیا تھا، اُسی طرح اس کے دل و دماغ کو انہی ملکوں کے اربابِ کمال نے اپنا باجگذار بنایا، قطار در قطار علماء، بخارا، بلخ، سمرقند، خوارزم، عراق اور ایران کے شہروں سے ہندوستان چلے آ رہے تھے، اس زمانہ میں ان اطراف سے آنے والوں کو ہندوستان کا سب سے پہلا شہر ملتان پڑتا تھا، اس لئے ان باکمالوں نے اپنا پہلا پڑاؤ ملتان اور سندھ کے شہر بھکر وغیرہ میں ڈالا، ملتان اور سندھ کے بعد ان کی دوسری منزل لاہور اور اس کے آس پاس کے شہر سیالکوٹ وغیرہ میں ہوتی، سلطان شمس الدین التمش نے جب ۶۰۷ھ میں دلی کو اسلام کا دارالسلطنت بنایا تو ہر طرف سے باکمال علماء سمٹ سمٹ کر دلی میں جمع ہونے لگے۔

غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ ۔ ۶۸۵ھ) کے زمانہ میں شمس الدین خوارزمی، شمس الدین قوشجی، برہان الدین بزاز، نجم الدین دمشقی، کمال الدین زاہد وغیرہ بیسیوں اربابِ کمال تھے جن کے علم و فضل کی رونق سے دلی، بغداد اور قرطبہ کی برابری کر رہی تھی۔

علاء الدین خلجی (۶۹۶ھ ۔ ۷۱۶ھ) کے زمانہ میں ظہیر الدین بھکری، فرید الدین شافعی، حمید الدین مخلص، شمس الدین یحییٰ، محی الدین کاشانی، فخر الدین ہانسوی، وجیہ الدین رازی، تاج الدین مقدم وغیرہ چھیالیس علماء دلی میں ایسے تھے جن کی نسبت ضیا برنی جیسے مورخ کا بیان ہے کہ دنیا میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

محمد شاہ تغلق (۷۲۵ھ ۔ ۷۵۲ھ) کے زمانہ میں معین الدین عمرانی، قاضی عبدالمقتدر شریحی کندی دہلوی، مولانا خواجگی، شیخ احمد تھانیسری جیسے باکمال تھے، جن کے دامنِ تربیت میں شہاب الدین دولت آبادی جونپوری پرورش پاکر ملک العلماء بن نکلے۔

ہندوستان کے مغربی علاقوں میں علم:

اوپر کی سطروں میں زمانوں کی ترتیب اور علماء کی وطنیت کی نسبت پر ایک نظر ڈال لینے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پہلے اگر بلخ، بخارا، کاشان، قوشنج، (ترکستان)، رے اور دمشق کے علماء کے نام تھے، تو اب ملتان، بھکر، ہانسی دلی، تھانیسر وغیرہ کے نام کے ساتھ ساتھ ملتے جاتے ہیں، ملتان تو اب بھی مشہور شہر ہے، بھکر سندھ میں ہے۔ ہانسی، پنجاب کے موجودہ ضلع حصار میں اب ایک قصبہ ہے اور تھانیسر پانی پت کے پاس ہے۔

مورخ ضیا برنی نے اپنی تاریخ فیروز شاہی میں سلطان علاء الدین خلجی (۶۹۶ھ ۔ ۷۱۶ھ) کے زمانہ کے علماء کے حالات پر چند صفحے لکھے ہیں، وہ آج بھی پڑھنے کے لائق ہیں:۔

" و در تمامی عصر علائی در دارالملک دہلی علمائے بودند کہ آنچناں استاداں کہ ہر یکے علامۂ وقت و در بخارا و در سمرقند و بغداد و مصر و خوارزم و دمشق و تبریز و سفاہان و رے و روم و در ربع مسکوں نباشد، و در ہر علمے کہ فرض کنند از منقولات و معقولات و تفسیر و فقہ و اصول فقہ و معقولات و اصول دین و نحو و لفظ و لغت و معانی و بدیع و بیان و کلام و منطق موئے می شگافتند و ہر سالے چندیں طالبانِ علم ازاں استاداں برآمدہ بدرجۂ افادت می رسیدند، و مستحق جواب دادنِ فتویٰ می شدند و بعضے ازاں استاداں در فنونِ علم و کمالاتِ علوم بدرجۂ غزالی و رازی رسیدہ بودند، چنانچہ قاضی فخر الدین ناقلہ و قاضی شرف الدین سرباہی و مولانا نصیر الدین غنی و مولانا تاج الدین مقدم و مولانا ظہیر الدین لنگ و قاضی مغیث الدین بیانہ و مولانا رکن الدین سنامی، و مولانا تاج الدین کلاہی و مولانا ظہیر الدین بھکری و قاضی محی الدین کاشانی و مولانا کمال الدین کولی و مولانا وجیہ الدین پایلی و مولانا منہاج الدین قاینی و مولانا نظام الدین کلاہی، و مولانا نصیر الدین کڑہ و مولانا نصیر الدین صابونی و مولانا علاء الدین تاجر و مولانا کریم الدین جوہری و مولانا حجت ملتانی قدیم و مولانا حمید الدین مخلص و مولانا برہان الدین بھکری و مولانا افتخار الدین برنی و مولانا حسام الدین سُرخ و مولانا وحید الدین ملہو و مولانا علاء الدین کرک و مولانا حسام الدین ابن شادی و مولانا حمید الدین بنیانی و مولانا شہاب الدین ملتانی و مولانا فخر الدین ہانسوی و مولانا فخر الدین سقاقل و مولانا صلاح الدین سترکی و قاضی زین الدین ناقلہ و مولانا وجیہ الدین رازی و مولانا علاء الدین صدر الشریعۃ و مولانا میران ماریکلہ و مولانا نجیب الدین و مولانا شمس الدین تم و مولانا صدر الدین گندھک و مولانا علاء الدین لوہوری و مولانا شمس الدین یحییٰ و قاضی شمس الدین گاذرونی و مولانا صدر الدین تاوی و مولانا معین لونی مولانا افتخار الدین رازی و مولانا معز الدین اندہنی و مولانا نجم الدین انتشار و چہل و شش استاد مذکور کہ من القاب اسامی ایشاں نوشتہ ام آنانند کہ من در پیش بعضے تلمذ کردہ ام و بخدمت بعضے رسیدہ و بیشترے را در مسند افادت و در محافل و مجالس دیدہ و بسیاراں از شاگرداں، مولائی شرف الدین یوشنجی و استاداں یک دگر کہ من القاب ایشاں نیاوردہ ام در عہد علائی بر صدر حیات بودہ اند و دوام سبق می گفتند، در آخر عہد علائی مولانا علم الدین نبیرۂ شیخ بہاء الدین زکریا کہ جہان علم و عالم دانش بود در دہلی رسیدہ، و اگر من خواہم کہ دریں تاریخ جملہ استاداں و متعلمانے کہ در محل استاذی رسیدہ بودند ذکر کنم بہ تطویل آنجامد و از غرض باز مانم و افسوس ہزار افسوس کہ قدر و قیمت بزرگی و فضل آں استاداں سلطان علاء الدین نہ دانست کہ یک حق از صد حقوق ایشاں نہ گذاردہ و نہ معاصراں عہد دانستند کہ خاکِ قدم آنچناں استاداں را در چشم جہاں بیں خود کشند و نہ من کہ مؤلف ام دراں ایام خبرے از جلال و کمالِ ایشاں ادراک کردم، و امروز کہ قرنی بیشتر گذشتہ کہ آں عدیم المثالاں بجوارِ رحمت رب العالمین پیوستہ اند و بہ درگاہ قربِ حضرت بے نیازی ترقی کردہ و بعد از ایشاں نہ ہمچو ایشاں و نہ ہزارم بجز ذاتِ ایشاں مرا نہ دیگرے را نظر آمدہ بعضے کہ قدر و قیمت ایشاں دریافتہ ام کہ اگر در کمالاتِ علوم و تفنن ہر یکے مجلدے بنویسم مقصر باشم، و دراں ایام کہ استاداں کہ ہر یکے ابو یوسف قاضی و محمد شیبانی عہد و عصر خویش بودند بر صدر حیات افادت می کردند اگر مفتی کُمطراقی استاذی بر سر کردہ از خراسان و ماوراءالنہر و خوارزم و یا از شہرے دیگر در دہلی رسیدے و کمالات علوم بزرگان مذکور را مشاہدہ کردی سبق درست گرفتے و بہ تلمذ پیش

ایشاں بزانوئے ادب در آمدی، و اگر در حیات آں استاداں تصنیفی جدید ہر علمے کہ فرض کنند از بخارا و سمرقند و خوارزم و عراق در شہر آوردندی کہ اگر استاداں شہر ما آں تصنیف را استحسان و اعتباری کردندی معتبر شدی والا مہجور ماندے، و مقصود از ذکر ایشاں در تاریخ علائی آں است کہ چہ عصرے و عہدے بود کہ دراں عہد و عصر چندیں متفنیانِ نفائسِ علوم بر صدر حیات در افاداتِ علوم مشغول باشد چگونہ آں عصر مستثنائے عصر و آں شہر مستثنائے شہر ہائے ربع مسکوں نہ باشد"
(فیروز شاہی برنی ص ۳۵۲، ۳۵۵ کلکتہ)

علم کا قافلہ پورب کو:

ان بزرگوں کی نسبت وطنی پر غور کی نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ ان میں ایک طرف اگر کاشان، ختاین، رے، گاذرون وغیرہ کے نامور تھے، تو ان کے پہلو بہ پہلو اب ملتان اور بھکر (سندھ)، کے ساتھ لاہور، سنام (پٹیالہ)، بیانہ (ریاست بھرت پور) ہانسی (پنجاب)، دلی، اندرپت (دہلی کے پاس)، کڑہ (الہ آباد کے پاس)، کول (علی گڑھ)، پائل سترکھ (پنجاب) کے مشاہیر بھی کھڑے نظر آتے ہیں، یعنی علم کا قدم اب پچھم سے بڑھ کر پورب کی طرف اٹھ رہا ہے، ان بزرگوں کی عظمت و جلالت یہ تھی کہ مورخ ان میں سے ایک ایک کو غزالی و رازی کا ہمسر بتاتا ہے جن کی توثیق و سند سے بخارا و سمرقند و خوارزم اور عراق کے اماموں کی تصنیفیں اعتبار و مرتبہ پاتی تھیں۔

بدایوں:

غرض خلجیوں اور تغلقوں کے عہد میں جیسے جیسے اسلام کا قدم پورب کی سمت میں بڑھتا جاتا تھا، علم کی روشنی بھی آگے کو بڑھتی جا رہی تھی، اسلام کے علم و فضل کا موکب جب دہلی سے آگے نکلا تو اسکی پہلی منزل بدایوں معلوم ہوتی ہے، حضرت سلطان الاولیاء نظام الدین بدایونی دہلوی وہ سیاحِ معرفت ہیں جنھوں نے بدایوں اور دلی کی منزلوں کو ملا دیا، اس زمانہ میں اس سرزمین کے دوسرے نامور مولانا علاء الدین اصولی بدایونی (استاد نظام الاولیاء) قاضی جلال بدایونی ملتانی، رکن الدین بدایونی، خواجہ بخشی بدایونی وغیرہ ہیں، خواجہ بخشی بدایونی وہ ہیں جنھوں نے طوطی نامہ لکھ کر کاغذ کے طوطی اُڑائے ہیں، تصوف میں ان کی دو کتابیں "سلک السلوک" اور "کلیات و جزئیات" ہمارے کتب خانہ میں ہیں۔

کڑہ:

بدایوں کے بعد گنگا کے دہانہ پر کڑہ اب بھی ایک قصبہ ہے، مگر اس زمانہ میں وہ سلطنت کے مشرقی حصہ کا ایک مرکزی شہر تھا، سلطان فیروز شاہ خلجی کے قتل اور سلطان علاء الدین خلجی کی تخت نشینی کا وہ سانحہ جس پر تاریخ اب بھی انگشت بدنداں ہے، اسی شہر میں دریا کنارے گزرا تھا، عہد علائی میں مولانا نصیر الدین کڑہ کا نام پڑھ چکے اور اُن کے بعد مولانا مطہر کڑہ کا نام آتا ہے، جن کے فارسی دیوان کے دو نسخے ابھی لکھنؤ اور علی گڑھ کو ہاتھ آئے ہیں۔ یہ حضرت نصیر الدین اودھی چراغ دہلویؒ کے مرید تھے۔

اودھ:

بدایوں اور کڑہ سے ملا ہوا وہ صوبہ ہے جس کو اودھ کہتے ہیں، یہ اصل میں اُس شہر کا نام تھا جس کو رام اور لچھمن کے مولد بننے کا فخر حاصل ہے جو اب بھی فیض آباد کے پاس اجودھیا کے نام سے مشہور ہے۔
مسلمانوں نے اُس کو اپنے تلفظ میں اودھ کیا، اور ایک پورے صوبہ کا نام رکھا۔

دلی جس زمانہ میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء کے نور سے جگمگا رہی تھی، اسی کی کرنیں چھن چھن کر اودھ کے خطہ کو روشن کر رہی تھیں، اس مطلعِ خورشید سے جو سب سے پہلا آفتاب طلوع ہوا اس کا نام شمس الدین یحییٰ اودھی ہے، یہ اودھ کے تھے اسی لئے اودھی کہلاتے ہیں اسی زمانہ میں اس تیرہ و تار دیار میں ایک ایسا چراغ بھی جلا جس سے خود دلی روشن ہوئی، اس کا نام شیخ نصیر الدین محمود اودھی چراغ دہلی ہے۔

ان سے پہلے مولانا فرید الدین کا نام آتا ہے، جو مذہب کے شافعی اور اودھ کے شیخ الاسلام تھے، مولانا فرید الدین اودھی اور ظہیر الدین بھکری کے شاگرد شمس الدین یحییٰ اودھی ہیں اور شمس الدین اودھی کے شاگرد شیخ نصیر الدین اودھی چراغ دہلی ہیں، اس چراغ سے اور بہت سے چراغ جلے، جن سے اودھ کا خطہ چشمۂ نور بنا۔

سید محمد کرمانی سیر الاولیاء میں جو حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے حال میں سب سے پہلی اور پرانی تالیف ہے، لکھتے ہیں:

" مولانا علاء الدین نیلی کہ خلیفۂ سلطان المشائخ بود.... در کشف غوامضِ کشاف و مفتاح مثل نداشت و در مجلس مولانا فرید الدین شافعی کہ الاسلام اودھ بود، قاری کشاف خدمت مولانا علاء الدین (نیلی اودھی) بود و خدمت مولانا شمس الدین یحییٰ و علمائے اودھ سامع بودند" (ص ۲۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نظام الدین سلطان الاولیاءؒ کے عہد میں شیخ الاسلام اودھ کی درسگاہ میں اودھ کے علماء کا ایک انبوہ درس و تدریس میں مصروف تھا، جن میں سے تین نے خاص امتیاز پایا،

۱۔ شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی المتوفی ۷۴۷ھ
۲۔ نصیر الدین محمود چراغ دہلی اودھی " ۷۵۷ھ
۳۔ شیخ علاء الدین نیلی اودھی " ۷۶۲ھ

اہل تذکرہ نے ان بزرگوں کو اودھ کی خاک سے نسبت دی ہے، مگر یہ نہیں معلوم کہ اودھ کی کس خاص سرزمین کو انکو پیدائش گاہ بننے کا فخر حاصل ہے، حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں اودھ کے قصبہ گوپامئو ہردولی کے رہنے والے ایک بزرگ شیخ مبارک تھے، اودھ کے علماء جب دلی سے اپنے وطن کو جانے لگتے تو حضرت سلطان المشائخ کا حکم ہوتا کہ راستہ میں ان سے ملتے جائیں، سیر الاولیاء کی عبارت یہ ہے:

"و دیارانِ اودھ چناں کہ مولانا شمس الدین یحییٰ و شیخ نصیر الدین محمود و مولانا علاء الدین نیلی و عزیزانِ دیگر چوں از خدمتِ سلطان المشائخ باز می گشتند فرمان می شد چوں در گوپامئو برسید خواجہ مبارک را بہ بینید" (ص ۳۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ بزرگوار گوپامئو (ہردولی) ادھر ہی کے کسی مقام کے رہنے والے تھے، اودھ سے اصل مقصود تو اجودھیا ہے، اسی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اودھ اس زمانہ میں بڑا شہر تھا، ایک خان اس کا حاکم (مقطع) تھا (ص ۱۹۰) وہاں بعض بزرگوں کے مقبرے بھی ہیں، جن میں سے ایک شیخ جمال گوجری المتوفی ۷۵۸ھ ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اجودھیا کے آس پاس اسلامی آبادیاں تھیں، ان ہی سے ایک مشہور آبادی کا نام کچھوچھ ہے جس کو حضرت مخدوم اشرف سمنانی المتوفی ۸۰۸ھ کی خوابگاہ بننے کی عزت حاصل ہے۔

قنوج اور کڑہ:

دلی اور ممالک پورب کے درمیان دریائے گنگا حائل تھا، اس کی ایک سرحد قنوج (فرخ آباد) اور دوسری کڑہ (الہ آباد) تھی، ممالک پورب کے دونوں بازوؤں پر یہ دو شہر آباد تھے، ان دونوں کو عبور کرنے سے پورب کی سرحد شروع ہو جاتی تھی، قنوج سے لکھنؤ کی سمت سے گورکھپور اور ترہٹ اور پورنیہ ہو کر بنگال اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ کڑہ سے پار ہو کر جونپور کی طرف سے پٹنہ سے آگے بڑھ کر بنگال، یہی دونوں راستے آج بھی ہیں، ایک پرانی آئی آر ریلوے ہے اور دوسری ای، آئی، ڈبلیو۔

ظفر آباد اور جونپور:

سلطان غیاث الدین تغلق کے نئے دور سے ہندوستان کے مغربی اور مشرقی حصوں میں اتصال بڑھتا گیا، سلطان خود بنگال تک گیا، اور آیا، اس کے چند بیٹوں میں سے ایک کا نام ظفر خاں اور دوسرے کا فخر الدین جونا تھا، پہلے کے نام پر غیاث الدین نے ظفر آباد اور دوسرے کے نام پر بعد کو فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ھ ۔ ۷۹۰ھ) نے جونپور آباد کیا، یہ آبادی ۷۶۲ھ سے پہلے ہو چکی تھی کیونکہ اسی سال سلطان فیروز شاہ نے بنگال سے لوٹ کر جونپور میں قیام کیا تھا۔ غرض آٹھویں صدی کے وسط سے پورب میں اودھ سے آگے بڑھ کر جونپور و ظفر آباد کے حلقہ میں اسلامی نوآبادیوں نے وسعت پائی، ۷۹۶ھ میں خواجہ جہاں نے دہلی سے سلطان الشرق کا خطاب پاکر جونپور کو اپنا مرکز بنایا، اس سلطان الشرق کی ولایت کی حدیں کہاں سے کہاں تک تھیں اس کا پتہ مبارک شاہی کے ان لفظوں سے ملے گا:

" در عرصہ جون پور رفت، بہ آہستگی اقطاعِ قنوج و کڑہ (الہ آباد) و اودھ و سندیلہ و دلمئو و بہرائچ و بہار و ترہٹ را در قبض و تصرفِ خود آورد" (ص ۱۴۶ کلکتہ)

اس سے معلوم ہوا کہ قنوج، بہرائچ اور الہ آباد سے لیکر بہار اور ترہٹ (مظفر پور اور دربھنگہ) تک اس ملک پورب کی وسعت تھی، آٹھویں صدی کے پوربی بزرگوں میں حسب ذیل نام تذکروں میں ملتے ہیں، بدر الدین اودھی، تاج الدین کرمانی جلال الدین اودھی، شیخ دانیال سترکھ (بارہ بنکی)، رکن الدین کڑہ، رکن الدین ظفر آبادی (جونپور)، رکن الدین بہاری، مخدوم شرف الدین بہاری، زین الدین دیوہ (بارہ بنکی)، قاضی سماء الدین بجنوری (لکھنؤ)، صلاح الدین سترکھ (بارہ بنکی)، علاء الدین اودھی، علاء الدین سیف ... قاضی فخر الدین سترکھ، شیخ مبارک گوپامئو (اودھ) شیخ محمد معروف (میتھی) (اودھ)، منہاج الدین بہاری وغیرہ۔

(جاری)

عربی سے ترجمہ: انور عظیم ندوی

افغان مجاہدین کو سلام

افغانستان میں کمیونسٹ افغانی اور روسی فوجوں کے خلاف افغان مجاہدین کی جنگ آزادی اور ان کی بے مثال جدوجہد کو تقریباً آٹھ سال ہو رہے ہیں۔ اس موقعہ پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے مندرجہ ذیل بیان جاری فرمایا۔

مارچ ۱۹۱۷ء میں روس میں کمیونسٹ انقلاب آیا تو اس کی زد میں صرف جغرافیائی اور سیاسی حدود ہی نہیں آئے، نہ اس کے اثرات سیاسی اور اقتصادی میدانوں تک محدود رہے۔ جیسا کہ اکثر کوتاہ نظروں کا خیال ہے۔ اس انقلاب کی خطرناک، شدید اور تباہ کن ضربیں عقیدہ وعمل کی ان بنیادوں اور شرافت واخلاق کے ایسے اصول ومسلمات پر بھی پڑیں جن پر تمام آسمانی مذاہب کا اتفاق ہے، تاریخ کے ہر دور میں جن پر انسانی معاشرہ کی بنیادیں استوار ہوئیں اور جو فطرت انسانی اور عقل سلیم کے تقاضوں کے عین مطابق تھیں، یہی نہیں، بلکہ اس نے احساس لطیف، ہمدردی وغمخواری اور محبت ومروت جیسی اعلیٰ انسانی صفات کو بھی مردہ کردیا، اور انسانی قدروں کی بنیادیں منہدم کردیں تاکہ ان کھنڈروں پر کلیۃً ایک مصنوعی اور مشینی معاشرہ کی نئی عمارت تعمیر کرے، یہ انقلاب انسان اور انسانیت کے لئے تاریخ کا شاید سب سے بڑا چیلنج تھا اور یہ المناک حقیقت ہے کہ انسانیت کے خلاف ایک سراسر منفی، غیر فطری، مجرمانہ اور انتشار انگیز سازش کو ایسی کامیابی ملی کہ تاریخ میں جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

کمیونسٹ اثر ونفوذ میں اضافہ اور وسعت کا خمیازہ دوسرے مذاہب اور دوسری قوموں کے مقابلہ میں اسلام اور مسلمانوں کو زیادہ بھگتنا پڑا اور یہ ایک فطری بات تھی کیونکہ اسلام ہی واضح اور مثبت قدروں کا داعی، زندگی اور قوت سے بھرپور اور ایک عالمی دعوت کا حامل دین ہے۔ صرف اسلام زندگی کے ہر خلا کو پُر کرنے کی صلاحیت وقوت، ہر مشکل کا حل اور زندگی کے ہر میدان کے لئے واضح تعلیمات اور متعین نقوش رکھتا ہے، اور مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہیں جو "احتساب کائنات" اور پوری انسانی دنیا کی قیادت ورہنمائی کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔

لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمان حکومتیں اور قومیں اس وقت اس انقلاب کے عمیق اور دور رس نتائج کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکیں۔ اس افسوسناک غفلت سے اگر کسی فرد کو مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے تو وہ ترکی کے مرد مجاہد اور سلطنت عثمانیہ کے سابق وزیر جنگ غازی انور پاشا تھے جنھوں نے ۱۹۲۱ء، ۱۹۲۲ء میں ترکستان کے باشندوں کو منظم کرکے کمیونسٹوں کے مقابلہ کے لئے ایک مضبوط محاذ قائم کیا تھا اور بالآخر اسی جدوجہد میں انھوں نے جام شہادت نوش کیا اور قوموں میں اگر کسی قوم کو اس عالمگیر غفلت سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے تو وہ بہادر اور جانباز افغانی قوم ہے جو کابل میں روسیوں کے سہارے برسر اقتدار آلۂ کار حکومت اور ان کی مدد کرنے والی روسی افواج کے خلاف مسلسل آٹھ سال سے برسرپیکار ہے اور کمیونسٹ سرطان (OCTOPUS) کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کررہی ہے جو پاس پڑوس کے ممالک واقوام کو ہڑپ کرلینا چاہتا ہے۔

اس صاحب ایمان، غیرتمند اور اپنی عزت وشرف کے لئے جان کی بازی لگا دینے والی قوم نے اپنی ہمت وشجاعت کا سکہ جمادیا ہے اور بہت سی ان مسلم وعرب ممالک پر بھی اپنی فوقیت وفضیلت ثابت کردی جو اسلامی دعوت اور اسلامی تہذیب وتمدن کو اپنانے میں افغانستان سے قدیم ہیں اور جن کا حصہ اسلامی ثقافت اور علوم کی توسیع وترقی میں بڑھ چڑھ کر ہے۔

افغان قوم نے اپنی ہمت وشجاعت اور غیرت ایمانی کے ذریعہ نامور عرب مفکر ومورخ امیر شکیب ارسلان کی فراست کی تصدیق کردی اور یہ ثابت کردیا کہ اس قوم کے لئے ان کے تعریفی کلمات مبالغہ آمیز نہ تھے، انھوں نے "حاضر العالم الاسلامی" پر اپنے قیمتی حواشی میں لکھا تھا: "میری جان کی قسم، اگر ساری دنیا میں اسلام کی نبض ڈوب جائے اور کہیں بھی اس میں زندگی کی رمق باقی نہ رہے پھر بھی کوہ ہمالہ اور ہندوکش کے درمیان بسنے والوں میں اسلام زندہ رہے گا اور اس کا عزم جواں رہے گا۔" (حاضر العالم الاسلامی ج ۲ ص ۱۹۰)

افغانستان تنہا وہ ملک ہے جہاں غیر ملکی فوجوں اور سیاسی قزاقوں کے خلاف، فوجی اعتبار سے ناسازگار اور سخت حالات کے باوجود اتنی لمبی مدت تک جنگ جاری رہی جس کی دوسری ملکوں میں مثال نہیں ملتی، اس طویل مدت تک مقابلہ میں جمے رہنے کا راز، ان کی قومی غیرت، دینی حمیت، راہِ خدا میں جانبازی وجاں سپاری، جفاکشی وسخت کوشی اور ان کی سپاہیانہ زندگی میں پوشیدہ ہے۔ سپاہیانہ زندگی صدیوں سے افغان قوم کا امتیاز اور اس کا شعار رہی ہے۔ افغانوں کی یہی فطرت تھی جس نے انگریزوں کی ایک پوری فوج کا مکمل صفایا کردیا تھا۔ انگریزی فوج انگریز سپہ سالار سر جان کین (Sir John Keane) کی سرکردگی میں ۱۸۳۹ء میں افغانستان گئی، لیکن اس کو ۱۸۴۲ء میں کابل خالی کرنا پڑا، اور واپسی میں پوری فوج افغانوں کے حملوں کا شکار ہوگئی صرف ایک آدمی ڈاکٹر (BRYDON) تباہی کی داستان سنانے کے لئے واپس پہنچ سکا، انگریزوں نے دوبارہ کابل فتح کرنے کی کوشش کی لیکن اکتوبر ۱۸۴۲ء ہی میں اس کو خیرباد کہنا پڑا۔

افغان قوم کی اس بےمثال شجاعت اور اتنی طویل مدت تک مقابلہ میں جمے رہنے کا راز دو باتوں میں مضمر ہے۔

۱۔ پہلی بات ہے ان کی ملی وقومی غیرت، آزادی وخود مختاری کی محبت، اجنبی اثر واقتدار سے دوری اور غیروں کی غلامی سے شدید نفرت۔ افغان غیروں کی حکومت اور غلامی کو صرف ناپسند ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی فطرت اس سے ابا کرتی ہے ان کو اس سے عار آتا ہے اور یہی وہ جوہر ہے جس نے ان کو ایک ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ مدت سے اپنی آزادی کو محفوظ رکھنے کی ہمت وطاقت بخشی ہے۔

افغانوں نے پہلی صدی ہجری میں صرف اسلامی فتوحات کے سامنے سر جھکایا تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فتوحات ایک رحیمانہ، عادلانہ اور ایسی دعوت کے زیر سایہ ہوئے تھے جو انسان کی قدر وقیمت پہچانتی ہے اخوت ومساوات کی علمبردار ہے اور اپنے زیر سایہ آنے والی قوموں میں نئی زندگی اور نئے عزائم پیدا کرتی ہے، ان کی پوشیدہ قوتوں کو اجاگر کرتی ہے اور ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے۔

افغانستان میں مسلم حکومتیں آتی جاتی رہیں، حکمران خاندان بدلتے رہے، لیکن افغان قوم ایک عقیدہ پر قائم رہی اور ایک ہی شریعت اور تہذیب کو حرز جان بنائے رہی۔ افغانستان ہندوستان کا واحد پڑوسی ملک ہے جس سے انگریزوں کی ساری امیدیں منقطع ہوگئی تھیں اور انھوں نے اس کو اپنے حال پر چھوڑ دینے ہی میں عافیت سمجھی۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ افغان قوم کو "موت کے ہنر" میں مہارت حاصل ہے، صدیوں سے یہ لوگ اس ہنر کو اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ ایک ایسا ہنر ہے جس کے بغیر نہ تو قوموں کی بقا کی ضمانت ہے نہ انکی عزت وشرف کی۔ یہ وہ فن ہے جسے اکثر مسلم اور عرب قوموں نے بھلا دیا ہے۔ افغان قوم کے جوانوں، بوڑھوں اور اکثر بچوں اور عورتوں کے سینوں میں بھی یہ جذبہ موجزن رہا ہے اور کسی دور میں بھی سرد نہیں ہونے پایا۔ یہ جذبہ اس وقت اکثر اسلامی ممالک اور عرب اقوام میں سرد پڑ چکا ہے اور انکی غیرت وحمیت کے فقدان کا یہی سبب ہے۔ افغان اور دوسری مسلم اور عرب اقوام میں یہ بڑا واضح اور بڑا عجیب فرق ہے اور عالم اسلام کے حوادث وواقعات پر نظر رکھنے والوں اور دعوت اسلامیہ کے مستقبل سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس کا مطالعہ اور تجزیہ کرنا چاہیے۔

افغانی مجاہدین کو میرا سلام اور میری طرف سے مخلصانہ مبارکباد۔

نشاں یہی ہے زمانہ میں زندہ قوموں کا
کہ صبح وشام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمال صدق ومروت ہے زندگی ان کی
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں
قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال
یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں
خودی سے مرد خود آگاہ کا جمال وجلال
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

سلوک سلیمانی

روح تصوف

حضرت مولانا محمد اشرف خاں صاحب پشاور یونیورسٹی

اسلامی نظریۂ سلوک کی جامعیت کا یہ نتیجہ ہے کہ اجتماعی زندگی کے جملہ پہلوؤں کی طرح سلوک انفرادی زندگی کے جزو وکل پر بھی محیط ہے۔ بلکہ "فرد" کی زندگی کے جملہ شعبوں کی اصلاح کے لئے ہی اجتماعی حقوق وفرائض کی ادائیگی کی ضرورت ہے کہ 'افراد' ہی کے مجموعہ کا نام ملت واجتماع ہے۔

حضرت الشیخ قدس سرہ کے نزدیک سلوک انسان کے تمام عقائد واعمال، افکار واشغال، احوال وکوائف پر حاوی ہے، اور اعلیٰ دین واعلیٰ اخلاق اور علم حصول احسان وتقویٰ کا اصطلاحی نام ہے، اس لئے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ تصحیح عقائد، تحسین عبادت، اتباع سنت، اصلاح اعمال اور ادائے حقوق عباد، حصول تقویٰ، تحلی بالفضائل وتخلی عن الرذائل برائے رضائے الٰہی کو ہی اصل دین اور صحیح سلوک سمجھتے تھے۔ (دیکھو مقدمہ تجدید تصوف وسلوک)۔

یہ سلوک توحید کے ارفع واعلیٰ مقام اور احکام الٰہی کے کامل امتثال اور اتباع نبوی کی مکمل پابندی کا نام تھا، کہ دل میں عقائد حقہ کا ایسا ایقان واذعان ہوجائے کہ قال حال اور غیب شہود بن جائے، خلوت خانۂ دل غیر کی محبتوں سے پاک ہوکر جلوہ فیشن ازل کے لئے خاص ہوجائے، تقویٰ واحسان طبعی تقاضے کی صورت اختیار کرلے۔ اخلاق نبوی کا پرتو ہر عمل میں جھلکنے لگے، عبادات واذکار کی پابندی، حقوق العباد کی رعایت، معاملات کی صفائی اور معاشرت کی پاکیزگی میں ادنیٰ کوتاہی نہ ہونے پائے، اعمال صالحہ سے رغبت اور برائیوں سے اجتناب فطرت ثانیہ بن جائے، معاشرت ومعیشت، تجارت وزراعت، سیاست وعسکریت، اقتصاد وعمرانیت، زندگی کا ہر شعبہ کلی طور پر اوامر الٰہی اور طریق نبوی کا پابند ہوجائے، غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقۂ حیات کے کامل ومکمل ظاہری وباطنی، انفرادی واجتماعی اتباع کا نام تصوف وسلوک ہے کہ بقول حضرت سید الملۃ قدس سرہ:

"احکام الٰہی کی باخلاص تمام تعمیل وتکمیل ہی طریقت ہے۔ دگر ہیچ" (رسالہ معارف اعظم گڑھ ص ۱۰۷، ج ۵۳)

سلوک وتصوف کی یہی حقیقت مختلف طالبین کے نام مکتوبات میں کلک سلیمانی نے ثبت کی ہے، اس سلسلہ میں حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکاتیب سے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں:

۱۔ "اصل شئ احکام الٰہی کی کلی اطاعت: حلال وحرام کا خیال، معاملات میں صفائی، اخلاق کی نزاہت، اتباع نبوی کا دھیان اور تمام امور میں رضائے الٰہی کی طلب ہے، ان امور کی طرف توجہ فرمائیں کہ یہ اصل ہیں اور باقی سب فروع وتدابیر۔

ذکر کے اثر کا ظہور یہی ہے کہ طاعات ومرضیات الٰہی کے اتباع کا ذوق بڑھے اور اللہ تعالیٰ کی یاد ہر حال میں ہو۔ باقی کیفیات تو آتی جاتی رہتی ہیں، اگر روز پلاؤ ملے تو پلاؤ کا مزہ بھول جائے۔

الدست بہر یار شکایت نمی کنم
گر نیست غیبتے نہ بود لذت حضور

اپنے کام میں تادم آخر استقامت کے ساتھ لگے رہیے، یہی بڑی دولت ہے۔"

۲۔ "یہ خیال رہے کہ قرب وولایت کی راہ صرف عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ ہیں، بقیہ جذب وشوق وندا ورویا وغیرہ محمود ہیں مگر مقصود نہیں اس لئے ان سے دل نہ لگائیں، اس کو راستہ کی سیر کا تماشہ جانیں۔"

۳۔ "اصل شئ ایک ہی ہے اور وہ احوال مع اللہ تعالیٰ ہیں۔ علاقہ الٰہی میں ترقی ہو، جس کی علامت عقیدۃً اور عملاً احکام الٰہی کا کامل اتباع ہے۔"

۴۔ "مقصود بذریعہ اعمال حصول رضا وقرب ہے۔ رویائے صادقہ بشارت ہیں۔ اور بس۔"

۵۔ "بندہ ہر حال میں گنہگار ہے اور خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اعتراف اور اپنی غلط کاری اور تساہل پر ندامت اور آئندہ گناہوں سے بچنے اور احکام الٰہی پر عمل کرنے پر استقامت اور ساری عمر اسی ریاضت میں گذار دینا ہی بندگی ہے۔"

۶۔ "تقصیرات پر استغفار کرکے آئندہ احتراز کا عزم کیجئے، ایک ایک رذیلہ کو لے کر اس کے ازالہ کی کوشش کیجئے، پہلے اس رذیلہ کی حقیقت سمجھئے پھر ازالہ کی تدبیر۔ حصول تقویٰ، تحلی بالفضائل وتخلی عن الرذائل برائے رضائے الٰہی اصل سلوک ہے۔"

۷۔ "پراگندگی خاطر کی کوئی بات نہیں، اعمال سب معلوم ہیں، ضرورت عمل کی ہے، اور حصول تقویٰ اور رضائے الٰہی کی ساری کوشش اسی کو چاہیے، باقی سب فلسفہ ہے۔"

۸۔ "...... اور ہر قسم کے رذائل سے بقدر امکان دوری اور فضائل کے حصول کی کوشش اور اطاعت الٰہی پر مداومت اور حصول رضائے الٰہی کا شوق (اصل ہے) باقی غیر مقصود ہیں، تو امور مقصودہ میں سے ان امور کی طرف بیشتر متوجہ رہیں۔"

۱۲۔ "اس کتاب 'قصد السبیل' کے آخر میں منہیات واوامر کی تصریح ہے وہ پیش نظر رہے، مقصود حصول تقویٰ ہے کہ قرآن پاک "ھدی للمتقین" ہے اور عبادت کا منشا بجاآوری بعد حصول تقویٰ ہے لعلکم تتقون۔"

۱۳۔ "اب ضرورت اس بات کی ہے کہ بعد فرائض وسنن ونوافل کی پابندی علیٰ مراتب الوجوب والاستحباب کے منہیات شرعیہ سے احتراز کا لزوم کیا جائے اور ہمیشہ نظر اپنے احوال پر رہے، اور جو عیب سب سے زیادہ ابھرا ہوا، علی العیان معلوم ہو اس کے دفعیہ کی کوشش کیجئے، مثلاً کبر، عجب، ریا، حسد وغیرہ، آپ اس عیب کی حقیقت پہلے دریافت کریں، اگر معلوم نہ ہو تو پھر اس کا علاج دریافت کریں۔"

۱۴۔ "نماز، نوافل، ذکر، تلاوت اور اخلاق ومعاملات کی نگرانی یہ چند امور ہیں جو لحاظ کے قابل ہیں، ان پر ہمیشہ نظر رہے، تو روح مفلوج نہ ہوگی۔"

۱۵۔ "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ مع الخیر اپنے فرائض ومعمولات میں مصروف ہیں۔ عبادات کے بعد سب سے زیادہ اہمیت معاملات میں صفائی کی ہے اور پھر حسن خلق کا درجہ ہے۔"

۱۶۔ "ہمیشہ کے لئے یہی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت نہ ہو، تسبیح اور ذکر کا اہتمام رہے۔ حضرت والا (حضرت تھانوی) کی تعلیمات کا مطالعہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہر بدعت اور بدی سے آپ کو بچائے گا۔۔۔ معاملات پر خصوصیت سے نظر رہے۔"

۱۷۔ "بڑی نعمت اس دنیا سے ایمان وعمل صالح کے ساتھ رخصت ہونے کی ہے جس کا نام حسن خاتمہ ہے۔"

۱۸۔ "امید ہے کہ اب آپ اپنے معمولات پر قادر ہوگئے ہوں گے۔ سب سے بڑی چیز فرائض کے بعد اخلاق رذیلہ سے نجات حاصل کرنا ہے۔ جس کے لئے دعا کے علاوہ کوشش کرنا بھی ہے۔"

۱۹۔ "...... پوری توبہ گذشتہ تقصیروں پر کرکے آگے کے لئے اطاعت کاملہ کا عزم کیجئے۔ اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں گے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ تمام منہیات سے توبہ کرکے ان سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور کا مطالعہ کیجئے اور ان کے مطابق عمل کیجئے۔"

۲۰۔ "عملاً اتباع سنت ہر کام میں اور قولاً درود کی کثرت حب رسول کا ذریعہ ہے۔"

۲۱۔ "اپنی تکمیل اور اصلاح سے کبھی غفلت نہ برتیں، ہم ہر حالت میں ناقص ہیں، یاد الٰہی سے غفلت نہ ہو، ذکر کا مقصود یہی ہے۔ بدعات ورسوم سے احتراز رہے، تقریبات میں ہر قسم کے امور پیش آتے ہیں ان میں بھی احتیاط رہے۔"

۲۲۔ "تمام امور میں اتباع سنت اور احتراز از بدعت پیش نظر رہے۔ رذائل میں سے ایک ایک رذیلہ کو سمجھ کر اس کے ازالہ کی کوشش کرنا چاہیے۔ پہلے اہم کو لیجئے، اور پوچھئے۔۔۔۔ وظائف کی کثرت کا شوق بیکار ہے بغرض صحت ہے نہ کہ نسخوں کی کثرت اور یاد، اور وہ ایک نسخے سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔"

۲۳۔ "دوام عمل اور صحت فکر ونظر ہی کامیابی کی کنجی ہے۔ خلق میں شہرت اور مقبولیت کی خواہش اس راہ کا کانٹا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا عمل کا دوسرا محرک نہ ہو اور ہر حال میں ذکر لساناً وقلباً جاری رہے۔"

۲۴۔ "دو باتوں کا خاص لحاظ رکھا جائے، اول فرائض کی ادائیگی کا پورا پورا اہتمام، دوم نوافل مسنونہ اور اذکار کی کثرت ان کے علاوہ ہر قسم کے گناہوں سے احتراز کا اہتمام رکھا جائے کہ دل میں تقویٰ کی کیفیت پیدا ہو۔"

۲۵۔ "...... قبلہ ایک ہی ہے اور

وہ کتاب وسنت کی تعلیم ہے۔ اور اس پر عمل کرنا ہے۔ شیخ کا کام اس پر عمل کرنے کے صحیح اور آسان طریق کی تعلیم ہے۔"

۲۶۔ دینداری آجکل کی اصطلاح میں صرف نماز، روزہ اور ظاہری شکل کا نام رہ گیا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ حقوق عباد کو پہچانتا ہو اور معاملات میں راست باز ہو، ساتھ ہی حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل ہو۔"

۲۷۔ تدریج اور آہستگی سے کام شروع کیجئے، پہلے عقائد درست کیجئے پھر عبادات کی تکمیل کیجئے، پھر اخلاق سنوارئیے پھر آگے بڑھیئے۔ گناہوں سے فی الفور کنارہ کشی اور استغفار ضروری ہے۔"

۲۹۔ "پچھلے اعمال کے تدارک کی صورت یہ ہے کہ توبہ و استغفار کیا جائے، اور جن فرائض متروکہ کی قضا ہو، اس کی قضا کی جائے۔ حقوق عباد یا معاف کرائے جائیں یا ادا کئے جائیں .... معاصی سے کلیتہً احتراز کی عزیمت کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے اخلاص کی دعا مانگی جائے۔"

۳۰۔ "تقویٰ کا خیال، حلال وحرام کی فکر، جائز و ناجائز کی تمیز ہر کام میں ضروری ہے۔ تقویٰ حاصل اعمال ہے۔ یا ایھا الناس اعبدوا ربکم... ... لعلکم تتقون۔"

۳۱۔ تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام رکھئے، اگر غلطی سے کبھی ہو جائے تو یاد آنے پر فوراً استغفار کیجئے اور نیا عہد کیجئے کہ انشاء اللہ اب اپنے قصد سے اس کا ارتکاب نہ ہوگا۔"

۳۲۔ "قرب الٰہی صرف ایمان وعمل صالح کا نتیجہ ہے، اس لئے دوام فکر اور کثرت اعمال صالحہ کی فکر میں رہنا چاہیئے۔"

۳۳۔ "معمولات کی پابندی استقامت کی دلیل ہے، اس کے آثار اعمال، معاملات اور اخلاق میں نمایاں ہونے چاہئیں... .... اصل میں یہی مرحلہ ہے جس طرف توجہ کم کیجاتی ہے۔"

۳۴۔ اصل نظر اپنے احوال قلب اور اعمال پر رہنی چاہیئے کہ صراط مستقیم سے کسی حال میں لغزش نہ ہو۔"

۳۵۔ "کیفیات واحوال کی طرف توجہ نہ کیجئے، صرف حسن عمل اور کثرت ذکر کی طرف توجہ رکھئے۔"

۳۶۔ نجات تو صرف فضل الٰہی کا ثمرہ ہے، عقائد و اعمال کی صحت اس کے لئے بمنزلہ شرط کے ہے۔ بس اس میں مصروف رہنا چاہیئے تاکہ اس کے فضل میں حصہ ملی سکے۔"

۳۷۔ "اصل معاملہ عمل کا ہے۔ اس سے ترقی وتنزل کا اندازہ ہوتا ہے، معمولات اور احکام الٰہی کی اطاعت اور گناہ سے پرہیز یہی اصل چیز ہے۔"

۳۸۔ "یہ سب احوال مبارک ہیں مگر اصل شئی اتباع احکام الٰہی کا اہتمام ہے۔"

۳۹۔ امور خیر کی تعمیل اور گناہوں سے بچنا انسان کے اختیار میں ہے پس آپ سب وسوسوں اور خیالات کو چھوڑ دیں اور دل سے یہ طے کرلیں کہ آج سے اللہ تعالیٰ کے کسی چھوٹے بڑے حکم کے خلاف نہیں کریں گے۔"

۴۰۔ "... محبت کا اضمحلال حال اور کیفیات وجذبات پر عقل کو غالب کرنا اور عقل پر حکم شرع کو غالب کرنا اصل دین ہے۔"

۴۱۔ انسان کو ہر حال میں اپنے سے چوکنا رہنا چاہیئے کہ اس کا نفس اس کو فریب میں مبتلا نہ کرے، معاملات میں ہمیشہ صفائی اور ایمانداری اور سچائی پیش نظر رہے۔"

۴۲۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کا قانونی نسخہ ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگا رہے۔ طلب رزق حلال میں لگنا بھی عبادت ہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے زیر حکم ہو۔"

۴۳۔ حقیقی اور شرعی تصوف جس کا صحیح نام احسان ہے۔ روح دین اور جان ایمان ہے، یہ اخلاص فی اللہ اور تزکیۂ قلب اور علم حصول تقوی کا نام ہے۔"

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ سلوک اپنی جامعیت میں کامل دین اور جملہ اوامر الٰہیہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک سالک صادق کیلئے لازم ہے کہ اپنی ظاہری و باطنی، انفرادی واجتماعی تمام زندگی کو احکام ربانی اور سنت نبوی کی کامل اتباع سے سنوارے اور اصلاح نفس اور تزکیۂ باطن کو صرف اوراد و اذکار، اشغال ومعمولات کی پابندی ہی میں منحصر نہ سمجھے، بلکہ اصلاح عقائد پابندی فرائض وسنن، تحسین عبادات واذکار کے ساتھ درستگی اخلاق، صفائی معاملات، ادائیگی حقوق العباد اور حسن معاشرت کی طرف بھی پوری توجہ دے اور توحید کالمہ عبدیت تامہ اور حصول احسان وتقویٰ کی اس جدوجہد اور گناہوں اور بدعات سے بچنے کی کوشش میں بکمال اخلاص واستقامت، عزیمت وہمت آخر دم تک لگا رہے۔

مندرجہ بالا مباحث سے ظاہر ہے کہ حضرت سید الملۃ رحمۃ اللہ علیہ ظاہری اعمال کی اصلاح، اخلاق کی پاکیزگی، معاملات کی صفائی اور معاشرت کی درستگی اور حلال و حرام کی تمیز کو تصوف کا بڑا مقصد قرار دینے اور اسے سالکین کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ راقم سے فرمایا:۔

"حضرت والا (مولانا تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے آخری دور میں اوراد و وظائف اور اشغال کی تعلیم سے پہلے اخلاق ومعاملات کی اصلاح کی طرف متوجہ فرماتے تھے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ سالک کو اوراد و وظائف میں مشغول کرنے سے پہلے اخلاق ومعاملات کی صفائی کی طرف متوجہ کیا جائے کہ اس جانب توجہ کم کی جاتی ہے۔ بسا اوقات ذکر کی برکت سے طالب کے قلب پر انوار و واردات کا نزول ہو جاتا ہے جس کی بنا پر وہ اسی کو مقصود سمجھ لیتا ہے اور اسی کو بزرگی سمجھ کر اصلاح اعمال اور درستگی اخلاق ومعاملات سے غافل ہو جاتا ہے اس طرح نہ صرف اس کی ترقی رک جاتی ہے بلکہ بسا اوقات ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سالکین کی تربیت میں اس چیز کا خاص اہتمام فرماتے تھے کہ وہ دین کے تمام شعبوں کی اصلاح اور جملہ اوامر ظاہری وباطنی کی پابندی کو اپنا شیوہ بنائیں اور ایک کو مقصد سمجھ کر باقی سے اغماض نہ برتیں۔ ان اصولوں پر حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مکتوب سے روشنی پڑتی ہے اس لئے پورا خط نقل کرتا ہوں۔

مکرمی ومحترمی حفظکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

فقیر نے آپ کا خط پڑھا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ آپ کو صحیح ہدایت نصیب ہوئی، کبھی مصیبتیں بھی ہدایت کا باعث ہوتی ہیں۔ آپ حضرت مولانا تھانوی کی کتابوں میں سے پہلے قصد السبیل پھر تعلیم الدین پڑھیئے، اور حضرت کے جس قدر مواعظ وملفوظات مل سکیں مطالعہ کرتے رہیں اور استغفار کی کثرت کریں اور نماز پنجگانہ باجماعت کا اہتمام کریں اور معاملات میں حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز کریں اور اچھے اخلاق اختیار کریں اور بڑے اخلاق سے پرہیز کریں۔ اگر آپ کا جی چاہے تو مجھ سے خط وکتابت جاری رکھیں اور اپنے احوال سے مطلع کرتے رہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات پر چلائے۔

سید سلیمان

ایک دوسرے طالب کو ارقام فرماتے ہیں:۔

"تقوی کا خیال، حلال وحرام کی فکر، جائز وناجائز کی تمیز ہر کام میں ضروری ہے۔ تقویٰ حاصل اعمال ہے۔ یا ایھا الناس اعبدوا ربکم..... لعلکم تتقون۔"

ایک اور گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"معمولات کی پابندی استقامت کی دلیل ہے۔ اس کے آثار اعمال، معاملات اور اخلاق میں نمایاں ہونے چاہئیں..."

دوسرے مکتوب میں اسی طالب کو لکھا:

"جی ہاں، یہی مرحلہ ہے جس کی طرف توجہ کم کیجاتی ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ رسالہ صفائی معاملات پڑھیں۔

ایک مرتبہ راقم چند سیاسی ساتھیوں کے ہمراہ پشاور سے کراچی کے سفر کے لئے روانہ ہوا۔ خوش قسمتی سے لاہور کے اسٹیشن سے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت کراچی تک نصیب ہوگئی۔ سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ تھا، باقی رفقائے سفر بھی اپنے ہی ساتھی تھے لاہور سے گاڑی روانہ ہوئی تو ایک سیٹ پر میں اور حضرت قدس سرہ بیٹھ گئے، حضرت والا کی طبیعت نہایت ہی مضمحل تھی اور نیند کے غلبہ کی بنا پر گردن مبارک ادھر ادھر جھک جاتی تھی۔ میں نے یہ دیکھ کر پیچھے تکیہ رکھنے کی کوشش کی، لیکن عجیب الزاج تھے کے ساتھ انکار فرمادیا، کچھ دیر کے بعد حضرت والا کے اضمحلال، ضعف اور نیند کے غلبہ کو دیکھ کر ہمارے ایک ساتھی نے عرض کیا، "حضرت آپ لیٹ جائیں اور آرام فرمائیں، اشرف صاحب ہمارے ساتھ بیٹھ جاویں گے"، حضرت والا نے اس کے جواب میں مسکراتے ہوئے فرمایا:۔

"گاڑی میں بارہ گھنٹہ کا جاگنا ضروری ہوتا ہے"۔ مراد یہ تھی کہ ریلوے کے قوانین کے مطابق دن کے اوقات میں بیٹھنے کی جگہ سے زیادہ جگہ لیٹنے کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اس بنا پر لیٹنے سے معذوری ہے

بقیہ

اسلام اس کا نام نہیں

از: مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
ترجمہ:
شہاب الدین گورکھپوری

ادھر کچھ دنوں سے یہ بات دیکھنے میں آرہی ہے کہ خالص مادی اور گھٹیا مقاصد کی تکمیل کے لئے اسلامی اصطلاحات کا غلط استعمال کیا جارہا ہے اور زندگی کے وہ مسائل ومعاملات جن کا اسلام سے ادنیٰ درجہ کا بھی تعلق نہیں ہے، ان کی تائید کے لئے ان اصطلاحات سے ناجائز فائدہ اٹھایا جانے لگا ہے۔

کلمہ اسلام کی تاثیر اور اس کی سحر اندازی اور بیک وقت عرب مسلمانوں کی اس سے گرویدگی اور اسلامی مرکز کی تائید وحمایت نے اس کے غلط استعمال کے دائرہ کو اس زمانہ میں اور بھی وسیع کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ غلط استعمال ان اسلامی اصطلاحات کی اصلی قوتوں کا ایک معمولی حصہ ہے بلکہ صحیح معنوں میں تو صرف یہ زبانی جمع خرچ ہے جس کا دل کی گہرائیوں سے کوئی تعلق نہیں۔

اس وقت عالمی حلقوں اور مجلسوں میں جو مختلف تعبیرات استعمال کیجارہی ہیں اور جن کا مقصد صرف فساد وگمراہی پھیلانا اور مکر وفریب میں مبتلا کرنا ہے۔ ان تعبیرات میں "اسلامی انقلاب" کی اصطلاح بھی ہے جو ہماری تاریخ کے اس آخری دور میں بہت عام ہوگئی ہے اور اس کا ایک خاص مفہوم ذہنوں میں بیٹھ گیا ہے، جس کی تشریح بعض ایسے مکار ودھوکہ باز لوگوں نے شروع کر دی ہے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح "اسلامی قیادت" "اسلامی حل" "اسلامی کانفرنس" "اسلامی قطعی نتائج" اور بھی بہت سی تعبیرات ہیں جن میں اسلام کا نام تو آگیا ہے لیکن اس سے کوئی اسلامی خدمت، دعوت اسلامی کی ترویج واشاعت یا کوئی اور بہتر مقصد ہرگز مطلوب نہیں ہے۔

آج اسلام کے بارے میں ہمارا نظریہ بالکل مادی وسیاسی نظریات کے مثل ہوگیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری زبانیں یہ کہ اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں ان میں کوئی دینی اور ایمانی شعور اور عملی زندگی نہیں پائی جاتی جو ایسا کرتے ہیں وہ کسی اور کو نہیں بلکہ خود اپنے آپ کو، اپنی قوم کو، اپنی جماعت اور اپنے ملک وحکومت کے مفاد کو نقصان پہونچاتے ہیں بھلا وہ دین اسلام اس کے زندہ جاوید ولافانی پیغام کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں جس کی حفاظت وترقی، قوت وعظمت اور ہمہ گیری کی ذمہ داری ان مکاروں کی مکاری اور ان دھوکے بازوں کی دھوکہ بازی، ان شرپسندوں کی ریشہ دوانی کے باوجود خود خدا نے لے رکھی ہے۔

اسلام خالص ایسی دعوت ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاتم النبیین کے واسطے سے اس آخری امت کو عطا فرمایا اور اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو تاریکی سے روشنی میں لاکھڑا کرے، باطل سے حق کی راہ دکھلائے، بدبختی و شقاوت کے سمندر سے نکال کر سعادت وخوش بختی کے ساحل پر لاکھڑا کرے، لہذا کان کھول کر سن لیا جائے کہ ہر وہ شخص جو اسلام کو اپنی انسانی خواہشات، اپنے مصالح ومفاد کے حصول کا ذریعہ بنائے گا تو اس کا شمار شیطانوں کے ہمنواؤں اور اس کے کا مفہوم اب بہت ہی محدود ہو گیا ہے۔ زبان وکلام کے دائرہ کے باہر اس کی رسائی نہیں، دن بدن مادی مسائل ومعاملات میں اس کا ناجائز استعمال بڑھتا ہی جارہا ہے، جہاں تک اسلام کے وسیع وعمیق مفہوم کا تعلق ہے جو خالص ایمانی زندگی، اللہ و رسول کی اطاعت کاملہ، ان کی تعلیمات پر عمل، ان کے لئے دل وجان کی بازی لگا دینے کا آئینہ دار ہے یہ ساری چیزیں غفلت ونادانی کی نذر ہو رہی ہیں۔

گویا کہ اسلام کی حیثیت ایک نظریاتی فیشن یا دینی فلسفہ کی ہوگئی جو اسلام کو ایک پیچیدہ فلسفیانہ رنگ میں پیش کرتا ہے اور اس کو بھی عام رسوم وعادات کے درجہ میں لاکھڑا کرتا ہے جبکہ اس سے ایمان کی حقیقت اور عمل صالح کی واقعیت کا علم حاصل کیا جائے جو انسانی زندگی کو پاکی و طہارت، عفت وپاکدامنی کے زیور سے آراستہ کرتی ہیں اور مسلمانوں کے لئے تحقیق ودائمی سعادت کا راستہ ہموار کرتی ہیں، ہر انسان اس کا خواہشمند نظر آتا ہے چاہے اس کا دین وایمان سیرت وکردار اور اس کا نظریہ کیسا ہی ہو، بلکہ سعادت تو انسانیت کی گمشدہ چیز ہے اس کے گم کر دینے سے وہ ہر قسم کی لذت وراحت، سکون واطمینان، انفرادی ہو یا اجتماعی اس سے محروم ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "من عمل صالحًا من ذکر أو أنثی وھو مومن فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم بأحسن ما کانوا یعملون" (جس نے نیک عمل کیا ایمان کی حالت میں مرد ہو یا عورت تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور اس کو اس عمل سے بہتر اجر دیں گے)۔

جو لوگ آج اپنے نفع کی خاطر اسلام کے کلمہ کا ناجائز استعمال کرتے ہیں اور طرہ یہ کہ اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں ان میں کوئی دینی اور ایمانی شعور اور عملی زندگی نہیں پائی جاتی جو ایسا کرتے ہیں وہ کسی اور کو نہیں بلکہ خود اپنے آپ کو، اپنی قوم کو، اپنی جماعت اور اپنے ملک وحکومت کے مفاد

بقیہ ص ۸ روح تصوف

صابن کا استعمال فرمایا۔ احقر نے دوران وضو میں لوٹا لے کر پانی ڈالنا چاہا۔ حضرت والا نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ "آپ کو نیت کا ثواب تو مل ہی گیا۔ دوسرے سے وضو کرنے میں پانی زیادہ صرف ہوتا ہے جو مستحسن نہیں"۔

لائلپور کے ایک سفر کی واپسی میں (جس میں خاکسار کو خدمت کی سعادت نصیب ہوئی تھی) حضرت والا کے بستر میں سے ایک روپیہ نکلا۔ میں پشاور جا چکا تھا، خط میں استفسار فرمایا "یہاں واپسی میں میرے بستر سے ایک روپیہ نکلا، میرا نہیں ہے، معلوم نہیں کس کا ہے آپ کا تو نہیں؟" میں نے جواباً لکھا کہ میرا نہیں اور ایک دو رفقائے سفر کے نام لکھ دئے کہ ان سے پوچھ لیا جائے۔ تحریر فرمایا "ان میں کسی نے اپنا ہونا نہیں بتایا، میں نے پوچھا تھا۔"

اسی طرح ایک دوسرے پشاوری طالب کا فونٹن پن حضرت شیخ قدس سرہٗ کے مکان پر رہ گیا، اور وہ پشاور آگئے۔ حضرت والا نے راقم کو تحریر فرمایا کہ مرتضیٰ صاحب کو سلام کے بعد کہہ دیں کہ ان کا فونٹن پن یہاں چھوٹ گیا ہے۔ اگر ان کا ہے تو اس کے بھیجنے کی تدبیر بتائیں۔"

گو بظاہر یہ واقعات معمولی ہوتے ہیں لیکن ان ہی سے تقویٰ کے اہتمام کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۱

جناب عبد الکریم پاریکھ صاحب

درود و سلام کے دریا کا بہاؤ کس طرف؟

(دوسری اور آخری قسط)

فرشتوں کا سلام کیا ہے؟

خدا کے رسول جو انسانوں میں سے مقرر کیے جاتے ہیں ان تک اللہ کا پیغام پہنچانے کا واسطہ فرشتے ہیں۔ یہ فرشتے عربی میں واحد کی صورت میں مَلَکٌ اور جمع کی حالت میں ملائکۃ کہے جاتے ہیں۔

ان معصوم فرشتوں کی صفت بھی معلوم ہو جائے تو مضمون کو سمجھنے میں مفید ثابت ہوگی۔

"لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

(اللہ تعالیٰ ان کو جو بھی حکم دیتا ہے اس پر پورا پورا عمل کرتے ہیں اور کسی طرح کی بھی نافرمانی نہیں کر سکتے۔)

"وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۔

(۱۹- مریم ۶۴)

(نبی کے پاس آکر فرشتے کہتے ہیں کہ ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نازل ہو نہیں سکتے۔ اس لئے کہ ہمارے آگے پیچھے، ہر جگہ، ہر وقت اسی کے حکم کی طاعت کی جاتی ہے)۔

"وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۚ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۚ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝

(۳۷ صافات ۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶)

(فرشتے کہتے ہیں کہ) ہم میں سے ہر ایک کا مقام و مرتبہ معلوم ہے۔ اور ہم صف باندھ کر باادب رہتے ہیں اور ہم اللہ کی خوبیاں مسلسل بیان کرتے ہی رہتے ہیں)۔

فرشتے کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کا مقام و مرتبہ معلوم ہے، یعنی کون کس درجہ اور کام کا اہل ہے اسے اس مقام پر ڈیوٹی پر مقرر کیا جاتا ہے اور ہم سب صف لگاتے ہیں یعنی قطار سے باادب کھڑے رہتے ہیں اور صرف گونگے بن کر کھڑے نہیں رہتے بلکہ اپنی قطار میں کھڑے ہو کر اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔

ان کے علاوہ موت کے فرشتے، نامۂ عمل لکھنے والے، حفاظت کرنے والے، قبر سے اٹھا کر حشر میں صف بندی کرنے والے، نامۂ عمل کا کارڈ پیش کرنے والے، علیین والے، سجین والے، دوزخ کے اعلیٰ افسران، یوم حشر، عرش الٰہی کو تھامنے والے۔

"تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بِالرُّوْحِ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ"

(فرشتوں کو ہم نازل فرماتے ہیں روح الامین کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں)۔

بڑے اور اعلیٰ (HIGHES RANK) مرتبہ میں جبرئیل و میکائیل علیہما الصلوٰۃ والسلام اور ان کے سردار جبریلؑ ہیں جو وحی و کتاب الٰہیہ کو زمین پر مقرر انسان کے لئے بھیجے گئے، پیغمبروں تک کلام الٰہی لاتے ہیں اور بڑے درجے میں یہ سب انا لنحن الصافون و انا لنحن المسبحون ہیں۔

یہ تمام فرشتے انبیاء علیہم السلام پر درود و سلام کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں بہت مقامات پر بتایا گیا کہ جب جب حضرت جبرئیلؑ قرآن لیکر نازل ہوتے اول حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیۂ سلام پیش کرنے بعد میں آگے کی بات پیش فرماتے۔

سلام و سلامتی میں مفہوم ہر جگہ عظمت و مرتبہ کا لحاظ اور ساتھ ساتھ جو کچھ کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو انجام دینا ہے اس میں انسانی دنیا کی سلامتی مطلوب ہوتی ہے۔ لیلۃ القدر میں اس کا عالمی اور مجموعی مظاہرہ ہوتا ہے۔

"تنزل الملائكة والروح فيها باذن ربهم من كل امر سلام هي حتى مطلع الفجر"

(شب قدر کی رات میں یہ فرشتے نازل کیے جاتے ہیں روح الامین کے ساتھ، یہ فرشتے اللہ کی طرف سے ہر حکم کی سلامتی کا پیغام لے کر اترتے ہیں فجر کے طلوع ہونے تک یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔

امید کہ اب آپ فرشتوں کا درود و سلام سمجھ گئے ہوں گے۔

درود و سلام کا سلسلہ پچھلی امتوں میں کیوں ختم ہو گیا؟

ہر امت کو اپنے نبی پر سلام و درود کا تحفہ پیش کرنا لازمی رہا، لیکن سابقہ امتوں نے اپنے نبیوں کو خدا کا شریک بنا لیا، کسی کو خدا بنا لیا، کسی نے خدا کا اوتار، تو کسی امت نے اپنے نبی کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اس طرح ہر امت کے نبی اس کے ہاتھ سے جاتے رہے، اور امت نبی کے پانے کے بعد بھی بے نبی کی رہ گئی۔ اور خداؤں کی فہرست بہت طویل ہوتی رہی۔ جب نبی کا منصب ہی امت نے ختم کر ڈالا تو پھر درود و سلام وہ آخر کس کو بھیجتے، بس تمام امتوں میں درود و سلام کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور آج کوئی امت اپنے نبی پر درود و سلام نہیں بھیجتی، سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقط ایک ہی امت ہے، جس نے صلوٰۃ و سلام کا سلسلہ قائم رکھا ہے، اس پر ہم ایک دوسرے کو جتنی مبارکباد دے سکیں دینا چاہیے۔

تبارك الله رب العالمين

اب صرف امت محمدیہ ہی درود و سلام کو جاری رکھے ہوئے ہے:

آج تمام روئے زمین پر صرف امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی سلسلۂ درود و سلام کو چلا رہی ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس امت نے اپنے نبی کو نبی جانا، رسول کو رسول مانا ہے، اس لئے اپنے نبی کے بار احسان اور ان کی محبت و تعلق، تعلیم، فیض، دعا اور ان کی تمام سنت اور اسوۂ حسنہ کو اپنے ایمان کا لنگر بنا کر ایمان کے جہاز کو اب تک ڈوبنے سے بچائے ہوئے ہے اور تا قیامت انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

امت اسلامی کو درود شریف کا حکم:

تمام اہل ایمان جو قرآن پاک اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں ان کو حکم ہے کہ وہ اپنے نبی پر تحفۂ درود و سلام کے ذریعہ اپنا تعلق بنائے رکھیں۔ جو کچھ بھی اس دنیا میں کسی مسلمان کو ملا ہے وہ دعوت محمدیہ کا صدقہ ہے اور آخرت میں اس کی کامیابی کے تمام مرحلے بھی صرف دعوت محمدیؐ کے مطابق چلنے پر ہی طے ہو سکیں گے۔

جب صورت حال یہ ہو تو ایک امتی اپنے نبی کو کیسے بھول سکتا ہے۔ ہم پر ہمارے ماں باپ نے احسان کئے ہیں ان کے احسان کی بھرپائی کی ایک مدت آتی ہے تب یہ کام ایک مسلمان کے ذمہ ہو جاتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اختیار کرے اور ان کی خدمت کرنے اور محبت حاصل کرنے کا پورا پورا خیال رکھے۔ اسی طرح دوسرے رشتے ناطوں میں بھی هل جزاء الاحسان الا الاحسان کہ احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن کسی مومن کے لئے اپنے نبی کے احسان کا بدلہ چکانے کے لئے کوئی خاص موسم اور وقت مقرر نہیں، بلکہ ہر وقت اس کے ضروری ہے کہ وہ اپنے نبی کا احسانمند رہے — اور احسان مندی و نیاز مندی کے تقاضوں کے تحت کوئی ایسی صورت ضرور ہونی چاہیئے، جس کے ذریعہ آدمی اپنے نبی کا تذکرہ جاری رکھے۔

دین حنیف نے اپنے ماننے والوں پر ایک ذمہ داری ڈالی کہ نماز میں وہ اس حکم خداوندی کو پورا کریں اور درود شریف کے کچھ مخصوص الفاظ نماز کے آخری مرحلے میں پڑھیں۔

ایک حدیث پاک:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ، مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدًا صلی اللہ علیہ عَشْرًا۔ یعنی جس نے ایک بار مجھ پر درود و سلام کا تحفہ بھیجا اللہ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

امت مسلمہ سے ایک سوال:

حدیث شریف کی روشنی میں امت مسلمہ سے ایک سوال ہے کہ یہ دس رحمتیں تم پر کب اور کہاں نازل ہو رہی ہیں۔ دنیا میں جو حال تمہارا ہے اس پر تم خود ہی شکوہ شکایت کا دریا بہاتے رہتے ہو، تو کیا امت نے درود پڑھنا ترک کر دیا ہے کہ یہ رحمت آنی بند ہو گئی؟ نہیں! نہیں!!

امت نے الحمد للہ درود شریف کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ نماز میں درود شریف اب بھی شامل ہے۔ روئے زمین کا ہر نمازی مسلمان التحیات میں درود پڑھتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی علماء کے بتائے ہوئے طریقے پر صحابہ کرام کے طرز پر درود کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ بعض مشائخ کے یہاں درود شریف کا خاص اہتمام ہے۔

حتیٰ کہ اب تو لوگوں نے بجائے عربی کے اردو میں درود پڑھنا شروع کیا اور خوب خوب پڑھا پڑھایا بلکہ درود و سلام کھڑے کھڑے پڑھنے پر اور وہ بھی غیر عربی میں پڑھنے پر بعض بھائیوں کو اتنا اصرار ہوا کہ وہ لڑنے، مرنے مارنے پر بھی تیار ہو گئے کہ درود شریف چاہے نبی کے بتائے ہوئے طریقہ پر نہ پڑھو، صحابہ کرامؓ کے پڑھا ہوا، بتایا ہوا درود و سلام بھی چھوڑ دو، مگر ہمارے بتائے ہوئے طریقہ پر ضرور عمل کرو، ورنہ تم کو "وہابی" بنا کر کفر کا فتویٰ داغ دیں گے۔ توبہ، توبہ کیسی بھیانک بات ہے۔ مگر یہ بات اس ملک چلائی جا رہی ہے اور سمجھدار لوگ اس کا نوٹس نہیں لے رہے ہیں کہ امت میں کتنی بھیانک تفریق کا سلسلہ جاری ہے۔

جب کہ نماز اور خطبہ، اذان و اقامت تو عربی میں ہیں اور ہونے بھی چاہئے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ درود شریف کو نعت گو قوالوں کے ڈھنگ پر اور فلمی دھن پر پڑھنے کا بعض دوستوں کا اتنا سخت تقاضا شریعت کے کس حکم کے تحت ہے؟

لڑائی جھگڑے والا درود و سلام:

جن لوگوں نے اردو زبان میں صلوٰۃ و سلام کا رواج جاری کیا، پھر کھڑا ہونا جاری کیا، میلاد کی محفل میں پہلے پہلے یہ ہوتا رہا اور ٹھیک ہی ہوتا رہا تھا جلسہ میلاد میں اس کا ایک تعلق سمجھ میں آنے والی بات تھی، لیکن فساد اور عداوت میں لڑائی جھگڑے کے لئے اور آپسی مار ماری کے لئے جن بھائیوں نے درود و سلام کا سلسلہ ہر محفل میں چاہے وہ شادی بیاہ کی ہو یا ولیمہ کی ہو، وعظ کی یا تقریر کی ہو حتیٰ کہ میت کی نماز جنازہ اور تدفین کے ساتھ بھی کچھ سر پھروں نے محض اپنا امتیاز بتانے کے لئے اور مسلمانوں کو پھاڑنے اور لڑنے جھگڑنے کا درود و سلام جاری کیا۔ اس طرح کے مذاق نے امت میں تفریق پیدا کی اور ساری دنیا میں جاری و ساری درود سے ہٹ کر ایک نیا سلسلہ ہندوستان اور پاکستان میں چل پڑا۔

خیر، اللہ مبارک کرے، خود سے کچھ ایجاد کرنی تھی کر ڈالی۔ دین میں کچھ کمی اور کسر رہ گئی تھی اسے پورا کیا، ٹھیک کیا، مگر اس میں مسلمانوں کو لڑانے جھگڑانے کرنے کرانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟

بہرحال اس طرح کا درود و سلام خلوص پر مبنی نہیں تھا۔ اس لئے اس میں کسی کو بھی اپنے نبی کی سنت، اسوۂ حسنہ اور دعوت محمدیؐ سے تعلق نہیں بن پڑا، بلکہ انتشار کی صورت جاری ہوئی، اور دین کے دشمنوں کو دین کھلی اڑانے کا موقعہ دیا گیا۔

درود شریف کا اصل نفع کب حاصل کیا جا سکتا ہے:

صلوٰۃ و سلام علی نبینا علیہ السلام پر بات چل رہی تھی۔ اب ہم اس مضمون کی روح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور اس مقصد کی طرف آرہے ہیں کہ درود و سلام کا اصل نفع ہم کو مل سکے۔ اس کے لئے چند باتیں ذہن نشین کرانا ضروری ہے۔

امت کو حکم:

آپ نے غور کیا ہو تو اچھا، ورنہ پھر ایک بار اس پر دھیان دیجئے کہ درود شریف کے حکم کے ساتھ ہم کو صلوا علیہ وسلموا تسلیماً۔ (احزاب ۵۶) کا حکم ہے، یعنی ہمارے درود و سلام کے تحفہ کے ساتھ تابع فرمانی کی روش ہونی چاہیئے۔

ایک طرف درود و سلام کے طویل سلسلے ہیں، اور دوسری طرف نبی کی نافرمانی کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اب یہ درود نفع نہ دے گا جس میں اللہ کے نبی کے احکامات ترک کئے گئے ہوں۔

تابع فرمانی پر دلیل قرآن:

درود شریف کے حکم میں ہم ایمان والوں کے لئے تسلیماً کا لفظ سورۂ احزاب کی آیت ۵۶ کے آخری حصہ میں بیان ہوا ہے اور اسی کی تشریح قرآن مجید کی دوسری آیات کے سامنے آنے پر بات کھل جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو تسلیماً کی اصل روح کیا ہے۔

تَسْلِيْمًا کی اصل روح:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(۴- النساء ۶۵)

(اس آپ کے رب کی قسم ان کا ایمان ہمارے یہاں قبول نہ ہوگا جب تک یہ لوگ آپ کو اپنے تمام جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، اور فیصلہ مان لینے کے بعد اپنے جی میں کوئی تنگی اور ناراضی محسوس نہ کریں۔ اور آپ کے حکم کو بڑی خوشی اور سلامتی کے ساتھ تابع فرمان ہو کر قبول رکھیں گے تب ہم ان کا ایمان قبول کریں گے ورنہ نہیں)۔

ہم نے اس آیت میں بجائے ترجمہ کرنے کے آیت میں بیان کئے ہوئے حکم ربانی کی ترجمانی کی ہے۔ آیت کا ہر ہر لفظ بتا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب رسالت و صاحب تصدیق ہیں۔ ان کے حضور تحفۂ درود بھیجنے والے کو خوب جان لینا چاہیئے کہ جس کے حضور ملائکہ قطار بند ہو کر سلام پیش کرتے ہوں۔

اس کی طاعت کا جذبہ نہ ہوگا تو یہ بگڑے ہوئے مزاج کی دلیل ہے جس کے دل میں سنت کا نور ہوگا وہی دنیا میں تحفۂ درود و سلام کو قبول کرا کے لوٹے گا اور دونوں جہان کی برکتیں اور رحمتیں سمیٹ لائے گا۔

ظاہری ٹیپ ٹاپ:

میرے بھائیو! بیاباں میں بھٹکو مت، ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دربار خداوندی میں کوئی جگہ نہیں۔ اصل چیز اطاعت ہے، ہم سے پہلے کے اہل کتاب خوب ناقوس بجاتے رہے لیکن ان کے دل سے خدائی عظمت کا ترانہ کبھی محبت خداوندی کا مظہر بن کر انسانی محفلوں میں نہیں آیا، ڈھول تاشے، گجرے، چراغ بتی خوب رہی لیکن ان کے دلوں میں اندھیرا تھا۔ ناچ رنگ، دھیان، حال قال اور قوالی میں مست رہے مگر علم یقینی اور محبت الٰہی کے لئے ان کے دل میں کہیں جگہ نہ تھی۔

مجوسیوں نے آتش کدے خوب گرم کئے، مگر ان کے دلوں میں اللہ کی محبت کا سوز... نہیں تھا، درد نہیں تھا، دل ویران رہے۔ اسی طرح برہمنوں نے بھی اپنے بتوں کو خوب آراستہ کیا، سجایا سنوارا، پتھروں پر پھول برسائے، مرے ہوئے مذہبی رہنماؤں کی صورتوں کو پتھروں میں اتار لیا، اور ایک اللہ کا تصور کسی نہ کسی درجے میں تھا لیکن شرک کے ساتھ "وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝

(۱۲- یوسف ۱۰۶)

(اور لوگوں کی بڑی تعداد کا حال یہ ہے کہ اللہ پر ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور ساتھ میں شرک بھی کرتے رہتے ہیں۔

یہ لوگ اپنے آپ کو بڑا قدیم کہتے ہیں اور ہیں بھی بہت قدیم اور پرانے ان کے جد امجد آزر کو بھی بہت اصرار تھا کہ ایک ہی چراغ کعبہ اور بت خانوں کو روشن کرتا رہے گا۔ مگر اسی کی پشت سے وجود کا جامہ پہن کر جب ابراہیمؑ آئے تو اپنے کلہاڑے کی ایک ہی ضرب سے باپ کے بتوں کو پاش پاش کیا۔

اور رسالت و نبوت کی عظمت بنی آدم میں پھر ایک بار قائم ہو گئی اور اعلان عداوت ہوا کہ،

"سلام علیٰ ابراھیم"

(ابراہیمؑ پر سلامتی ہو)

منطقی مغالطے سے باہر آیئے:

رسالت محمدیؐ کی تعلیم کے ربانی جلوے دیکھ کر کیا اب بھی اہل ایمان سلفی عرفان سے اٹھ کر اعلیٰ عرفان حق کی معراج پر جانا پسند کریں گے۔ جن کے قیام کا انتظام قدرت نے اعلیٰ علیین میں کیا ہو وہ آخر اسفل السافلین میں جانے کے لئے کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر مطمئن اور بے فکر ہیں۔

درود کا اثر دل پر ہو:

درود و سلام میں لسانی درستی نہیں چل سکتی یہاں تو ربانی جلووں میں سلام کی کیفیت کا اثر دل پر ہو اس کے لئے ہم اپنی زندگی کے مصنوعی خول سے نکل آئیں خوش خیالی اور تنگ بندی کو چھوڑ کر حقیقی درود و سلام جس میں تابع و فرمانی کا جذبہ صادق ہو لے کر دربار نبوت میں حاضر ہوں، پھر دیکھئے کہ آپ کی روح کے تار جھنجھنا اٹھیں گے۔ مضراب قلب سے دین حنیف کا ساز ایسے ترنم اور سوز کے ساتھ سنائی دے گا کہ عالم انسانیت کا دل پگھل جائے گا کہ واقعی ایک امت تو دنیا میں اب بھی ہے جو اپنے نبی کی دعوت کو سینے سے لگائے بیٹھی ہے اور عملی نمونے سے اپنی شہادت بھی پیش کئے ہوئے

ہے۔

ترکِ دعوت کا عذاب:

جب کسی نبی کی امت اپنے نبی کی دعوت کو ترک کر دیتی ہے تو ان کے اندر نادان مداحوں اور قوالوں، گویوں، ڈھولک منجیرا پیٹنے والوں کی فوج اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ترکِ دعوت پر ذہنی مرعوبیت کا اثر بھی کام کرنے لگتا ہے، پھر دین صرف نقش کشی کا نام رہ جاتا ہے، تو دوسری طرف عوام کو لوٹنے کے لئے ایسی ایسی بدنام تدبیریں کرنے والے مذہبی رہنما ہم پر مسلط ہوتے ہیں جو لفظی مارا ماری سے درود وسلام کے حقیقی جذبہ کو جو امت کا شعار ہے مار دیتے ہیں، پھر روحانی خوراک سے محروم امت درود وسلام کا ہدیہ صرف روایتی عقیدہ کی بنیاد پر چلاتی ہے۔

کائنات کی زبان میں درود وسلام:

زبان سے کوئی بات کہنا اور دل میں اس پر مطمئن نہ ہونا منافق ہونے کی علامت ہے۔ زبانی طور پر سلام سلام کہنا، اور قلب میں سلامتی نہ ہو اسے نہ روحانی خوراک مل سکتی ہے نہ محبت رسول کی مٹھاس کا ذائقہ اسے حاصل ہوگا۔

آخری بات:

ہم نے درود شریف اور صلوٰۃ وسلام پر اب تک جو بات عرض کی ہے اس کی آخری کڑی اس آیت میں آپ پالیں گے۔

"وَلَمَّا رَأَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔

(۳۳- الاحزاب ۲۲)

(اور ایمان والوں نے جب فوجوں کو دیکھا کہ وہ چڑھائی کرنے اور حملہ کرنے چلی آرہی ہیں، تب بول اٹھے کہ ہاں اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے یہی وعدہ کیا تھا، اور سچ کہا تھا اللہ نے اور اس کے رسول نے، اور فوجوں کو امڈ کر آتے دیکھ کر ان کا ایمان اور تابع فرمانی اور بڑھ گئی)۔

"مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا

تَبْدِيْلًا۔ (۳۳- احزاب ۲۳)

(اہل ایمان نے بڑی مردانگی سے سچ کر دکھایا اپنے اس وعدے اور اقرار کو جس پر انھوں نے اللہ کو گواہ بنایا تھا تب کچھ تو ان میں ایسے تھے کہ اپنی مراد کو پہنچ چکے یعنی شہادت کا مرتبہ حاصل کرلیا اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں کہ جیسے ہی انھیں موقع ہاتھ آئے شہادت کا مرتبہ حاصل کریں۔ اور کسی نے بھی اپنے قول وقرار میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں ہونے دی)۔

ان دونوں آیات پر اہل ایمان کو خوب خوب غور کرنا چاہیے کہ تسلیما (TASLIMA. तसलीमा) کی اصل روح کیا ہے، جسے ہم بار بار ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں۔ یہ وہی ہے جو اہل ایمان کا شعار ہے۔ ان کا نشان اور جھنڈا "تسلیما" ہے یعنی تابع فرمانی، تابع فرمانی، بات رکھنی، اتباع کرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بس! پھر آگے درود و صلوٰۃ وسلام کا دریا جتنا ابلے ابلنے دو، پڑھتے رہو، پڑھاتے رہو، درود اور سلامتی کے ساتھ اپنی منزل طے کرلو، تو درود کی دس رحمتیں اسی دنیا میں حاصل کرلو، اور آخرت میں حوض کوثر پر امت کو رب العالمین کا پیغمبر جام کوثر پلائے گا مگر نافرمانوں کا درود بے اثر ہے، یہ بھی جان لو کہ دھوکا نہ رہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ نافرمان درود چھوڑ دیں، نہیں نہیں۔ اگر ایسا کسی نے کیا تو رہا سہا ایمان بھی جاتا رہے گا، بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تابع فرمانی کا سامان کرو اور دربار رسالت ﷺ سے اپنا حصہ پالو۔!!

[illegible]

○ حضرت زیاد بن جدیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم زیادہ جانتے ہو اسلام کو کیا چیز ڈھاتی ہے، میں نے عرض کیا نہیں حضرت عمر نے فرمایا عالم کی لغزش، اسلام کو منہدم کرتی ہے اور منافق کا قرآن کے ذریعہ مجادلہ سے اسلام کو نقصان پہنچے گا اور گمراہ حکمرانوں کی حکومت سے اسلام کی تباہی ہو گی۔ دارمی اول

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہے گا اور قرآن کا صرف رواج باقی رہے گا (اس پر عمل نہیں ہو گا) مساجد آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی اس وقت کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے فتنے پیدا ہوں گے اور فتنہ ان ہی میں لوٹ جائیں گے۔ (بیہقی)

بقیہ ص ۳، اداریہ

لی جاتی تو وہ اتنی صلاحیت کا مظاہرہ نہ کرتے اور ایسی دلچسپی ان کی طرف سے نہ لی جاتی، اس لئے کہ اس میں ان کو نہ تو شہرت سے سابقہ پڑتا اور نہ حکام کی شاباشی ملتی، (یہ بات ہندوستانی عوام کے سوچنے اور فکر کی ہے)، اور اگر ان تفریحات پر اسی طرح سرمایہ، محنت اور وقت لگایا جاتا رہا تو پھر بحیثیت مجموعی ہندوستانی قوم کتنے خسارے میں رہے گی۔ صورت حال یہ ہے کہ دفاتر میں کام بند ہو چکے ہیں اور پورا عملہ نیچے سے اوپر تک ہر وقت ان کھیلوں کو دیکھنے اور سننے میں مشغول ہے۔ ضروری اور اہم کام صیغۂ التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر اس حیثیت سے جائزہ لیا جائے کہ ان کھیلوں کے مقابلہ کی وجہ سے کتنے ہزار مہینوں اور دنوں کا ضیاع ہوا ہے تو اندازہ ہوگا کہ ہندوستان محض وقتی مسرت وخوشی کی خاطر کتنے بڑے خسارہ میں مبتلا ہوا ہے۔

سوداگر مکسچر کے اسپشلسٹ

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co.

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS.

44, Haji Building, S. V. Patel Road, Null Bazar, BOMBAY, 3.

Tele: Add. CUPKETTLE

Phone { SHOP: 862220 RESI: 898684

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ہوٹل مکسچر	فلاور بی، او، پی
سوداگر مکسچر	سوپر ڈسٹ

۴۴- حاجی بلڈنگ، ایس، وی، پٹیل روڈ نل بازار بمبئی ۳

عالمِ اسلام

مدینہ یونیورسٹی کی شاخیں دیگر اسلامی ممالک میں کھولی جائیں گی ——— شاہ فہد

سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فہد نے یہ اعلان کیا ہے کہ مدینہ یونیورسٹی کی شاخیں دوسرے اسلامی ملکوں میں کھولی جائیں گی اور اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کے ذریعہ میزبان ملک میں گڑبڑ پیدا کی جائیگی انھوں نے اس ضمن میں قرآن مجید کی طباعت کے ایک منصوبہ کا اعلان کیا جس کے تحت قرآن کریم کے ۷۰ لاکھ نسخے طبع کئے جائینگے علاوہ ازیں قرآن پاک کے ایک لاکھ کیسٹ کے سیٹ تیار کئے جائیں گے، اس منصوبے پر ایک ارب سعودی ریال خرچ ہوں گے سعودی فرماں روا نے مزید یہ بھی انکشاف کیا مدینہ منورہ کے ترقیاتی منصوبوں پر ۱۹۸۱ء سے اب تک ۱۴ ارب ۲۰ کروڑ سعودی ریال خرچ کئے جاچکے ہیں، اور سعودی رہنماؤں کے دل میں مدینہ منورہ کا خاص احترام ہے۔

روسی افواج افغانستان میں کیسے داخل ہوئی؟

روس افغانستان میں فوجی مداخلت نہ کرتا تو افغانستان میں ایران کی طرز پر اسلامی انقلاب آگیا ہوگیا اور روس کو افغانستان سے نکال باہر کیا جاتا، یہ باتیں کے۔ جی۔ بی کے ایک منحرف میجر ولاڈیمیر کوچیچن نے کثیر الاشاعت امریکی جریدے ٹائم کے ایک انٹرویو میں کہی ہے انھوں نے مزید یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ روس کا پولٹ بیورو اس قسم کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ تھا وہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ روس افغانستان سے نکلنے والا نہیں ہے، اینز روس کا جاسوسی ادارہ، کے جی، بی نے پولٹ بیورو کو متنبہ کیا تھا کہ افغانستان میں کیونسٹ حکومت قائم کرنے سے بہت سے مسائل پیدا ہوجائیں گے اور افغان عوام روس کے دشمن ہوجائینگے مگر کے۔ جی۔ بی کے اس انتباہ کو نظر انداز کردیا گیا چنانچہ دسمبر ۱۹۷۹ء میں ۸۰ ہزار روسی افواج کو افغانستان بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا اس طرح امید تھی کہ افغان مجاہدین اتنی بڑی فوج کے مقابلہ کی ہمت نہ کریں گے

اس کے برعکس اب مشکل یہ ہے کہ روس اس غلطی کا ازالہ نہیں کرسکتا میجر کوچیچن نے بتایا کہ جب ہم افغانستان میں پھنس گئے تو فوجی کمانڈروں نے مزید فوج بھیجنے کا مطالبہ کیا تاکہ پاکستان اور ایران کی سرحد بند کیا جا سکے مگر پولٹ بیورو نے یہ مطالبہ بھی رد کردیا کیونکہ ایسا کرنے سے شدید مغربی رد عمل کا اندیشہ تھا۔ کے۔ جی۔ بی منحرف میجر نے مزید انکشاف یہ کیا کہ اس سال موسم بہار میں پولٹ بیورو نے کارمل کو صدر کے عہدے سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا تھا مگر پھر یہ طے کیا گیا کہ انھیں کچھ اور مہلت دی جائے یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کیا جائے، میجر کوچیچن نے یہ بھی بتایا کہ حفیظ اللہ امین کو ختم کرنے کا فیصلہ بھی پولٹ بیورو نے کیا تھا کیونکہ کے۔ جی۔ بی کے خیال میں امین افغانستان کو روس کے خلاف بھڑکا رہے تھے انھیں اپنے محل کی بالائی منزل میں قتل کیا گیا۔ اس سے پہلے کے۔ جی۔ بی نے انھیں زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور اس مقصد کے لئے امین کے ذاتی باورچی جو کے۔ جی۔ بی کا ایک افسر تھا خدمات حاصل کی گئیں مگر یہ منصوبہ کامیاب نہ ہوسکا، کیونکہ امین کھاتے وقت اپنی پلیٹ تبدیل کردیتے تھے چنانچہ یہ طے کیا گیا کہ روسی فوج محل پر حملہ کرکے امین کو ختم کردے دسمبر ۱۹۷۹ء میں روسی فوج کابل ایرپورٹ پر پہونچی اور اگلے روز اس نے امین کے صدارتی پر تین طرف سے حملہ کیا سارے فوجی افغان فوج کی وردیاں پہنے ہوئے تھے اور ان کی گاڑیوں پر افغان فوجی گاڑیوں جیسے نمبر پڑے ہوئے تھے صدارتی محل کے محافظ دستے اور امین کے باڈی گارڈوں نے روسی فوج کی سخت مزاحمت کی مگر ان سب کو ہلاک کردیا گیا اس حملہ میں کے۔ جی۔ بی کا ایک کرنل بیرسنوف بھی مارا گیا بعد ازاں کارمل کو یورپ سے ڈھونڈ کر ماسکو لایا گیا اور کابل لیجاکر کرسیٔ صدارت پر بٹھادیا گیا۔

روس ایران تعلقات بحران کا شکار:

گذشتہ دنوں مال کے بدلے مال کی تجارت کی بنیاد پر جو شاہ ایران کے دور میں روس سے معاہدہ ہوا تھا کے تحت ایران روس کو ہر سال ۴۰ کروڑ ڈالر کی قدرتی گیس مہیا کرتا تھا وہ ۱۹۷۹ء میں اسلامی انقلاب برپا ہونے پر منقطع ہوگیا اور اب ایران نے قدرتی گیس کی سپلائی رعایتی نرخوں پر کرنے کی پیش کش کی تھی تاکہ اسے آئندہ تین برسوں میں روس سے ایک ارب بیس کروڑ ڈالر کے جدید ترین ہوائی جہاز اور میزائیل مل جائیں، لیکن روس نے اس پیش کش پر غور کرنے کے لئے مہلت مانگی ہے۔

فرانس میں مقیم ایران کے جلاوطن ذرائع کا کہنا ہے کہ دونوں ملکوں میں ایک دوسرے سے کئی شکایات ہیں، روس کی ایک شکایت یہ ہے کہ افغانستان کے مسئلہ پر روس پر روس کی تحریک کے تحت ببرل کارمل کے ساتھ مذاکرات کا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے ایران نے اس کے متعلق منفی رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ ایران کا موقف یہ ہے کہ جب تک روسی افواج افغانستان سے واپس نہیں جاتیں وہ ببرل کارمل کے ساتھ مذاکرات شروع نہیں کرے گا اور ایران عراق جنگ بند کرانے کی تمام پیشکش ایران نے مسترد کردی ہیں جن کی وجہ سے روس کو سخت مایوسی ہوئی، دوسری طرف ایران نے سرکاری محکموں سے کیونسٹوں کی تطہیر کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس سے بھی تعلقات پر دباؤ پڑا ہے۔ علاوہ ازیں روس نے لبنان میں اسرائیلی جارحیت کے مقابلہ میں جو بزدلی کا مظاہرہ کیا ہے اس پر ایران ناراض ہے، دوسرے روس نے عراق اور دوسرے عرب ملکوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے انھیں روسی اسلحہ فروخت کرنے کی جو پیش کش کی ہیں ایران اس پر برہم ہے۔ ان میں ذرائع کا کہنا ہے کہ روس کے ساتھ تعلقات کے سوال پر ایران کی قیادت میں بھی اختلاف ہے۔ صدر علی خامینائی سامراجیوں سے تعلقات منقطع کرکے روس کے ساتھ اتحاد کے خواہاں ہیں جب کہ ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی کا گروپ روس کو بھی ایک عظیم شیطان قرار دیتا ہے۔

افغانی حاجیوں کے سربراہ پاکستان میں پناہ گزیں:

افغانی حج وفد کے سربراہ قاضی محمد قاسم مخون اور ایک نائب بریگیڈیر محمد ایوب مینگل نے پاکستان میں پناہ لے لی ہے یہ دس ہزار میں سے ان چار ہزار افغانی حاجیوں کے سربراہ مقرر کئے گئے تھے جن کا انتخاب کارمل انتظامیہ نے کیا تھا، اور ان کی تعداد ۲۰۶ ہم تھی، انھوں نے یہ باتیں ایک انٹرویو میں بتائیں۔

انھوں نے مزید یہ بھی بتایا ہے کہ پندرہ سو (۱۵۰۰) افغانی حاجیوں نے افغانستان واپسی سے انکار کردیا ہے اور مختلف ملکوں میں پناہ طلب کرلی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم کابل انتظامیہ کی اسلام دشمنی پالیسیوں اور بے گناہ افغان عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم کی وجہ سے افغانستان چھوڑ کر پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے ہیں جب کہ اس قسم کی باتیں حج واوقاف کے سابق سربراہ کمال شنواری بھی کہہ چکے ہیں کہ وہ کارمل حکومت کی غیر اسلامی پالیسیوں کے باعث اپنا ملک چھوڑ کر پاکستان آئے ہیں۔

نگران اعلیٰ

مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی

محمود الازہار ندوی

پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی نے پرکاش پریس، گولا گنج لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے شائع کیا۔